

اُردو نظم کے نئے آفاق

ڈاکٹر جواز جعفری ایک مطالعہ



# اُردو نظم کے نئے آفاق

ڈاکٹر جواز جعفری ایک مطالعہ

مصنف کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں  
کتاب کی کپوزنگ طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری احتیاط کی جاتی ہے۔ بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی  
رہ گئی ہو یا متن درست نہ ہو تو از راہ کرم مطلع فرمائیں۔ تاکہ اگلے ایڈیشن میں ازالہ کیا جائے۔ (نفر)

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب : اُردو نظم کے نئے آفاق  
(ڈاکٹر جواز جعفری ایک مطالعہ)

ساحل سلمہ ری	:	مصنف
ظہور احمد خاں	:	اهتمام
فکشن ہاؤس، لاہور	:	پبلیشورز
فکشن کپوزنگ اینڈ گرفکس، لاہور	:	کپوزنگ
سید محمد شاہ پرمنڑ، لاہور	:	پرمنڑ
ریاض ظہور	:	سرور ق
۲۰۲۰ء	:	اشاعت
400/- روپے	:	قیمت

ساحل سلمہ ری

تقطیم کار:

فکشن ہاؤس: بک سٹریٹ 68-مزنگ روڈ لاہور، فون: 042-36307550-36307551

فکشن ہاؤس: 52,53 رابعہ سکوا ر حیدر چوک حیدر آباد، فون: 022-2780608

فکشن ہاؤس: نوشین سنٹر، فرست فلور دوکان نمبر 5 اردو بازار کراچی، فون: 021-32603056

فکشن ہاؤس

○ لاہور ○ کراچی ○ حیدر آباد

e-mail: fictionhouse1991@gmail.com

فکشن ہاؤس

○ لاہور ○ کراچی ○ حیدر آباد

e-mail: fictionhouse1991@gmail.com

انتساب

نشری نظم کے اولین شاعر

عبدالرشید

کے نام



## فہرست

اختتام سے آغاز کرنے والا شاعر (مقدمہ) ساحل سالہری

- نشری نظم سے نظم تک کاسفر
- نشری نظم اور جنگ مخالف شاعری کی تحریکوں کی قیادت کرنے والا شاعر
- بڑی شاعری کا بنیادگار
- نشری نظم کا عالمی شاعری سے مقابل
- اختتام سے آغاز کرنے والا شاعر
- نشری نظم کان۔ م۔ راشد
- جزوی شاعروں میں کل وقی نظم نگار
- اپنے جو نیز اور سینئر زکویک وقت متاثر کرنے والا شاعر
- غزل گو شعرائی کی نشری نظم میں دچھی
- نئی شاعری کا سمٹ نما

اردو نظم ڈاکٹر جواز جعفری سے پہلے

- سماں کی دہائی اور نشری نظم کی تحریک
- مبارک احمد نشری نظم کے قابلہ سالار
- نئی شاعری، انیس ناگی اور نشری نظم
- ثروت حسین مادیت پرستی کا یانا ناظر
- افضل احمد سید کی نظم کا یانا نداز اور پرانا طرزِ احساس

۱-

### ڈاکٹر جواز جعفری بحیثیت جنگ مخالف شاعر

- زندگی اور زمین سے انہمار محبت کرنے والی نظم
- جنگ مخالف شاعری کی درخشش روایت قائم کرنے والا شاعر
- جنگ مخالف نظم اور حب الوطنی کا نیا تصور
- نوحگری کی بجائے ظلم کے خلاف مراجحت
- دشمن سے محبت کا حوصلہ رکھنے والا شاعر
- نظم میں آزادی اور جینے کے حق پر غیر مشرود طاقتار
- ایک بلند پایہ نظم نگار کا نہہور
- نشری نظم آج کا مقبول شعری فیشن
- نظم کے دریچے سے عالمی نظارہ
- نئی نظم کی منے تناظر میں تخلیق
- نظم کا نیا سیاق اور کشمیر
- اخترشیرانی سے الگی فکر کا شاعر
- مراجحت کی عالمی تحریک میں شاندار اضافہ

- احمد ہمیش کی نظم پر فتحار جا لب اور مبارک احمد کے اثرات
- ذی شان ساحل کی نظم پر غزل کا سایہ
- سارا شگفتہ کے لئے موت ایک باعزت لمحہ
- عذر اعباس کی نظم کا جنسی بیانیہ
- نسرین احمد بھٹی بروکن امجدز کی شاعرہ
- کشورناہید کا مغرب سے درآمدی فہمینزم
- نشری نظم اور کسی بڑے نظریہ کا نقدان
- ڈاکٹر جواز جعفری اور نظم کے نئے آفاق

۲

### اُردو نظم کا اساطیری دریچہ

- ۔۔ ترجمے کی بیساکھی سے بے نیاز عالمی رنگ ڈھنگ رکھنے والی نظم
- ۔۔ امن، محبت اور انسان دوستی کے خمیر سے جنم لینے والی نظم
- ۔۔ نئے چن کی تلاش میں نئی سرزیں پرقدم
- ۔۔ قدیم وجدید کے درمیان موازنے کی بنیادیں فراہم کرتی نظم
- ۔۔ قدیم تہذیبوں کی نوحہ گری اور نظم کی رزمیا آہنگ
- ۔۔ پرانی دیومالا کی سیاحت اور نئی اساطیر کی تخلیق
- ۔۔ عالمی تہذیبوں کے درمیان خیر سماں کے پل تعمیر کرتی نظم
- ۔۔ مشرق و مغرب کی اساطیر کے عالم پر طلوع ہوتی نظم
- ۔۔ نظم میں امن، محبت اور رواداری کے پیغام کی ترسیل
- ۔۔ نظم کے کیوں پر طلوع ہوتی عشق پیشہ سر سبز عورت

۳

### کائناتی شعور کی نظم

- ۔۔ کائناتی خدوخال کو تصویر کرتی ہوئی نظم
- ۔۔ نظم کے پس منظر میں کارفرما ایک باقاعدہ نظام فکر
- ۔۔ بڑے بڑے سوالوں سے گوئی ہوئی نظم
- ۔۔ اساطیری کلامیے کے مقابل کائنات کا فلسفیہ تصور
- ۔۔ لامتناہی زمانوں کو نظم کرنے کے لیے تخلیقی سیلف کی ایجاد
- ۔۔ تفکر اور تجربہ کی آمیزش سے جنم لیتی ہوئی نظم
- ۔۔ پندرہ ارب سالوں پر پھیلائی نظم کا موضوعاتی کیوں
- ۔۔ شاعر جو نظم کو گوندھنے کا ہنر جانتا ہے
- ۔۔ عالمگیری زاویہ نظر کرنے والی نظم
- ۔۔ کائناتی تمام تر گلگینوں کے باوجود قافی ہے

۴

### ایک غیر روایتی رومانوی شاعر

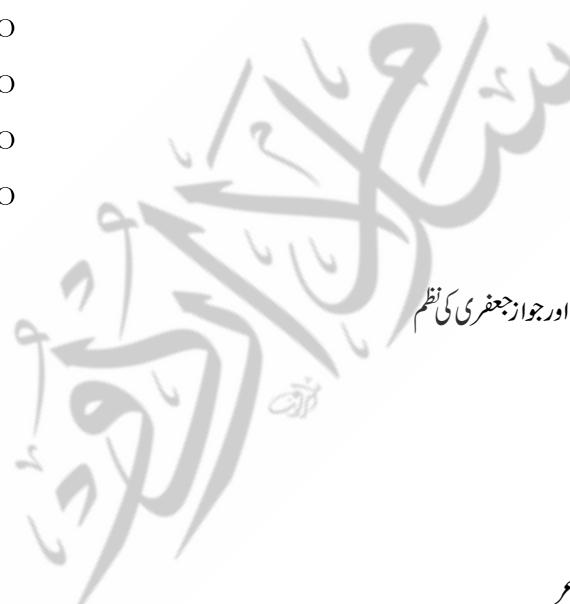
- ۔۔ تازہ فکر اور نئے سیاق کی حامل نظم
- ۔۔ جنگ سے تباہ حال دنیا اور تبادل دنیا کا خواب
- ۔۔ رومانویت کا آفاقی تناظر
- ۔۔ جواز جعفری ایک محب وطن اور انسان دوست شاعر
- ۔۔ شعریات کا عالمی معیار اور مقامی تہذیبی زاویہ
- ۔۔ میدان جنگ میں ہتھیاروں کی بارش اور جنگ کی مخالفت کا نعروہ
- ۔۔ باغی کی طرح جنگ کی مراجحت اور انقلابی کی مانند تبادل دنیا کا خواب
- ۔۔ اپنے وطن کا اعلان کرتی ہوئی نظم
- ۔۔ انسان دوستی محض فیشن یا نظریہ
- ۔۔ نظم کی تعمیر اور غیر معمولی تخلیقی سو جھ بوجھ
- ۔۔ جواز جعفری نے نشری نظم کو مین شریم میں لاکھڑا کیا

۵

### ڈاکٹر جواز جعفری کی انتسابی نظمیں: موضوع اور اسلوب

- ۔۔ جواز جعفری کی انتسابی نظموں کا کیوں بہت وسیع ہے
- ۔۔ شاعر کے نزدیک عورت سے بچھڑنا کسی سر سبز سر زمین کا معدوم ہونا ہے
- ۔۔ زندگی اور کائناتی کے حوالے سے غور و فکر کرتی ہوئی نظم
- ۔۔ شاعر کے نزدیک روشنی، کائناتی قفل کی چاپی ہے
- ۔۔ زندگی اور کائنات کے حوالے سے اہم ترین سوالات اس نظم کو عظمت کے درجے پر فائز کرتے ہیں

- ۔۔ انسان دوستی اور دشمن کی تحریر سے گریز کرنے نظم
- ۔۔ جنگ خلاف شاعری کی باقاعدہ روایت کا آغاز
- ۔۔ عورت سے لے کر پسے ہوئے طبقے تک پھیلی ہوئی محبت
- ۔۔ پرندوں، پیڑوں، پیاراؤں، دریاؤں اور انسانوں کے درد سے لبریز نظم
- ۔۔ جواز جعفری عالمی شہری ہیں اور ان کی شاعری کا پیغام آفاقی ہے
- ۔۔ ازی وابدی احساسات کی ترجمانی کرتی ہوئی نظم
- ۔۔ نظم اور تہذیبی اکائی
- ۔۔ قدیم طرز احساس کو لمحہ موجود تک ترسیل کرنے نظم
- ۔۔ قدیم تہذیب کے زوال کی بجائے کمال پر نظر
- ۔۔ جواز جعفری کے متاثرین کی طرف سے طویل نشری نظمیں لکھنے کا آغاز
- ۔۔ اردو نظم کو عالمگیر زاویہ عطا کرنے والا شاعر



- ۔۔ شاعر کا نات کی اساطیری توجیہات کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں
- ۔۔ جواز جعفری کے ہاں موت، زندگی کی طرح ایک بڑی حقیقت ہے
- ۔۔ شاعر کے غیر معمولی خواب اسے ہمیشہ زندہ رکھتے ہیں
- ۔۔ جواز جعفری کے افکار میں زندگی اور پاکیزگی کا عنصر نمایاں ہے
- ۔۔ جواز جعفری کے ہاں موت کو شکست دینے کا واضح لامحہ موجود ہے
- ۔۔ یہ نظم باہمی اتحاد و یگانگت اور محبت سے رہنے کی تلقین کرتی ہیں

#### ۶۔ ڈاکٹر جواز جعفری کی نظم نگاری: نیا تناظر

- ۔۔ نئی نظم کا معیار اور عالمی نظم
- ۔۔ جواز جعفری کی ترقی پسند فکر اور عالمی مزاحمتی تحریک
- ۔۔ امن کا پرچم، دشمن کی گولی اور گلاب کا پھول
- ۔۔ ایک رجحان ساز نظم نگار
- ۔۔ مشرق و مغرب کی نظم کے درمیان کم ہوتے ہوئے فاصلے اور جواز جعفری کی نظم
- ۔۔ گہرے تخلیقی تناؤ کے نتیجے میں تخلیق ہوتی ہوئی نظم
- ۔۔ اس نظم سے لطف تو اٹھایا جاسکتا ہے مگر تقلید ممکن نہیں
- ۔۔ جواز جعفری کی نظم کی چرب سازی کرنے والے شاعر
- ۔۔ نئے علوم و فنون کے لیے بازو پھیلاتی ہوئی نظم
- ۔۔ کسی ایک نظریے کی بجائے ہر وہ شی کی طرف پکنے والا شاعر
- ۔۔ سماں اور اڑی کی دہائی کی اسیری اور نظم کی شعریات کی تشكیل نو
- ۔۔ نشری نظم ایک نئی اڑان بھرنے کے لئے تیار

#### 7۔ ڈاکٹر جواز جعفری کا شعری انفراد و اختصاص

- ۔۔ جواز جعفری کی نظم کو کبھی بھی بڑے عالمی شاعر کے موازنے سے پر کھا جاسکتا ہے
- ۔۔ جدید نظم کی تاریخ میں لاثانی روایت کا اضافہ

نظم میں دو تحریکیں موجود ہیں، ایک تحریک نثری نظم کے فروغ کی ہے اور دوسری جنگ مخالف شاعری کی۔ ڈاکٹر جواز جعفری ہی ان دو تحریکوں کو lead کر رہے ہیں۔

تقسیم ہند کے بعد زندگی میں برق رفتار تبدیلیاں رونما ہو گیں تو مرد و جہ ہمیتوں اور اسالیب میں نئی زندگی کے تقاضوں کو ہم آہنگ کرنا ممکن نہ رہا۔ غور و فکر کرنے والے معدودے چند شعراء نے اظہار کے نئے وسیلے اور سانچے تلاش کیے جو ہمارے زمانے تک پہنچتے پہنچتے نثری نظم کی صورت اختیار کر گئے۔ نثری شاعری، نظم اس لیے ہے کہ اس تخلیقی تجربے میں شاعر زندگی کو نظم کے زاویے سے دیکھتا ہے۔ شاعری کے نئے تصور نے نثری نظم کو پیدا کیا، نظم میراء سے نثری نظم تک کا سفر ہر پابندی سے ماوراء ہے۔ نثری نظم اعلیٰ تخلیقی تجربہ ہے جو دیگر شعری تجربوں سے مختلف نوعیت کا ہے۔ مبارک احمد، عبدالرشید، ذی شان صالح، افضل احمد سید اور دیگر اوپین جہد کنندگان کی نظموں کے مطالعہ کے بعد بھی میں ایک عرصہ نثری نظم کے حوالے سے رد و قبولیت کی کیفیت سے گزر لیکن ڈاکٹر جواز جعفری کی نثری نظم کو عرصہ دراز اس لیے زیادہ مخالفت کا سامنا کرنا پڑا کیوں کہ اس بیت کو کوئی بڑا شاعر عالمی سر نہیں آسکا۔ اب سے چند برس پہلے تک نثری نظم میں وہ شاعر طبع آزمائی کرتے رہے جن کی متحیله محدود کیوں کی تھی۔ کچھ عرصہ پہلے میرا شمار بھی نثری نظم کو بطور شعری صنف تسلیم نہ کرنے والوں میں ہوتا تھا لیکن جب میں نے ڈاکٹر جواز جعفری کی نثری نظم کا مطالعہ کیا تو مجھے یہ محسوس ہوا کہ اب نثری نظم اپنی وجود یا تی شاخت قائم کرنے میں کام یاب ہو گئی ہے۔

ڈاکٹر جواز جعفری دہ ممتاز عروضی شاعر ہیں جنہوں نے نثری نظم کو معبر اور مستحکم بیت کا درجہ دلایا ہے۔ ان کے اب تک شائع ہونے والے نثری نظم کے مجموعوں ”مٹھی“ میں تیرا وعدہ، ”موت کا ہاتھ کلائی پر ہے“، ”عمر روائی سے پرے“، ”تبادل دنیا کا خواب“ اور ”وصل سے خالی دن“ کی نظمیں تہذیبی، معاشرتی، معاشی اور سیاسی اعتبار سے زندگی سے ہم آہنگ نظر آتی ہیں۔ روایتی اصناف میں طبع آزمائی کرنے والے اس شاعر نے نثری نظم

## اختتام سے آغاز کرنے والا شاعر

### مقدمہ

ہمارے روایت پرست معاشرے میں کسی نئی بات کو قبولیت حاصل کرنے کے لیے برسوں انتظار کرنا پڑتا ہے۔ آزاد نظم کی بیت کو پہنچنے میں کچھ وقت لگا لیکن اسے جلد قبولیت اس لیے مل گئی کہ اس بیت کو ابتداء ہی میں بڑے شعراء نے اپنے شعری اظہار کا وسیلہ بنایا۔ نثری نظم کو عرصہ دراز اس لیے زیادہ مخالفت کا سامنا کرنا پڑا کیوں کہ اس بیت کو کوئی بڑا شاعر عالمی سر نہیں آسکا۔ اب سے چند برس پہلے تک نثری نظم میں وہ شاعر طبع آزمائی کرتے رہے جن کی متحیله محدود کیوں کی تھی۔ کچھ عرصہ پہلے میرا شمار بھی نثری نظم کو بطور شعری صنف تسلیم نہ کرنے والوں میں ہوتا تھا لیکن جب میں نے ڈاکٹر جواز جعفری کی نثری نظم کا مطالعہ کیا تو مجھے یہ محسوس ہوا کہ اب نثری نظم اپنی وجود یا تی شاخت قائم کرنے میں کام یاب ہو گئی ہے۔

ڈاکٹر جواز جعفری کی نثری نظم جدید طرز اظہار، اختصاری اسلوب، وسیع مطالعہ، مشاہدے، وسیع ترکیبوں، نئے مضامین، نئی زبان اور عالمی معیار کی حامل ہونے کی وجہ سے اتنی زرخیز (rich) شعریت میں وقوع پذیر ہوئی ہے کہ اب لفظ ”نثری“، معدوم کرنا پڑ رہا ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے اس بیت کو اس درجہ دلجمی اور سنجیدگی سے شعری اظہار کا وسیلہ بنایا ہے کہ ان کی نظم نگاری میں ایک بھی مکمل اکسی دوسری بیت میں خلق نہیں ہوا۔ اس وقت اردو

معرا اور آزاد نظم موجود نہیں۔ جب کہ دیگر نثری نظم نگاروں نے جزوی طور پر پابند، معرا اور آزاد بیت کو شامل کیا ہے۔ یوں معاصر نظم نگاروں کی صفت میں جواز جعفری Full Time (نثری) نظم نگاروں کے تھے ہیں۔ یہ اختصاص انھیں غیر روانی شاعر کے طور پر سامنے لاتا ہے۔ آزاد نظم کو آغاز میں ن۔م۔ راشد اور میرا جی جیسے بڑے شاعر لگتے تھے اس لیے یہ بیت جلد مقبول ہو گئی، نثری نظم میں یہ اعزاز جواز جعفری کو حاصل ہو گیا ہے۔ ان سے متاثر ہو کر متعدد معاصر غزل گو شعرانہ نظم نگاری کا آغاز کر چکے ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری وہ واحد شاعر ہیں جنھوں نے اپنی اور اپنے بعد آنے والی شاعر نسلوں کے علاوہ اپنے سینئر شاعروں کو بھی متاثر کیا ہے۔

ڈاکٹر جواز جعفری کی نظمیں جدید اور نظم کی روایت میں ایک لاٹانی روایت کا آغاز ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ نظموں کی تخلیق میں یہ وقت مصروف رہے ہیں۔ ان کی نظمیں پرت در پرت پھیلے ہوئے متن، منفرد لفظی و معنوی کیفیات، انفرادی و اجتماعی زندگی کی تصویر کشی کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ظفر اقبال جیسے شاعرنے ان کی نظم کوئی شاعر میرا آگیا ہے جس نے نثری نظم کی شعریات کو ایک نئے انداز میں پیش کیا ہے۔ ان کی نظم کی انفرادی تخلیقی اپیچ اور فکری گیرائی کی وجہ سے ان کا مقابل کسی بھی بڑے عالمی شاعر سے کیا جاسکتا ہے۔ ابتدائی دور سے اب تک متعدد شعراء نے اپنی اپنی بساط کے مطابق نثری نظم کو فروغ دیا ہے لیکن جواز جعفری نے انتہائی انہاک کے ساتھ اس صنف کو شعری اظہار کا وسیلہ بنایا ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری کی نثری نظم کے اضافے کے بعد وثوق سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اب نثری نظم کی روایت روزافزوں ترقی پذیر ہے۔

سے ہم آہنگ اسلوب دریافت کر کے بڑی شاعری کی بنیاد رکھ دی ہے۔ ادبی حلقوں میں ڈاکٹر جواز جعفری کے مذکورہ بالا پانچوں شعری مجموعے موضوع بحث بننے ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری کا شماران معاصر نثری نظم نگاروں میں ہوتا ہے جنھوں نے اس صفت کو معیار و اعتبار بخشنے میں اپنی شعری صلاحیتوں کا بھر پورا استعمال کیا ہے۔ ان کے تمام شعری مجموعوں میں ان کا تخلیقی سفر اور فکری ارتقا مرحلہ وارد یکھا جا سکتا ہے، غزل گوئی میں نام کمانے کے باوجود یوں محسوس ہوتا ہے کہ نثری نظم ہی جواز جعفری کی شاعری کا بنیادی حوالہ ہے۔

ڈاکٹر جواز جعفری کی نثری نظمیں جدید طرز اظہار، منفرد اسلوب اور موضوعاتی پھیلاو سے عصری حسیت کی صورت پذیری کر رہی ہیں۔ ان کی نظموں میں زندگی کی عکاسی آزاد نظم کی نسبت بہتر انداز میں متخلک ہوئی ہے۔ انھوں نے متحیله اور فہم کی آمیزش سے معاصر سماجی مسائل کو نظموں میں ڈھالا ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری کی صورت میں نثری نظم کو وہ شاعر میرا آگیا ہے جس نے نثری نظم کی شعریات کو ایک نئے انداز میں پیش کیا ہے۔ ان کی نظم کی انفرادی تخلیقی اپیچ اور فکری گیرائی کی وجہ سے ان کا مقابل کسی بھی بڑے عالمی شاعر سے کیا جاسکتا ہے۔ ابتدائی دور سے اب تک متعدد شعراء نے اپنی اپنی بساط کے مطابق نثری نظم کو فروغ دیا ہے لیکن جواز جعفری نے انتہائی انہاک کے ساتھ اس صنف کو شعری اظہار کا وسیلہ بنایا ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری کی نثری نظم کے اضافے کے بعد وثوق سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اب نثری نظم کی روایت روزافزوں ترقی پذیر ہے۔

ڈاکٹر جواز جعفری تخلیقی انہاک رکھنے والے اصل شاعر ہیں کہ مجھے یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ ان کے پیش رو نثری نظم نگاروں نے جہاں اپنی نظم نگاری کا اختتام کیا، جواز جعفری نے وہاں سے آغاز کیا ہے۔ ان جیسے اعلا فکری و فنی معیار کی مثال معاصر (نثری) نظم کی روایت میں نظر نہیں آتی۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ان کے پانچ نظمیہ مجموعوں میں پابند،

## اُردو نثری نظم ڈاکٹر جواز جعفری سے پہلے

اُردو میں نثری نظم، آزاد نظم کے بعد متعارف ہوئی جب کہ مغرب میں یہ بیت آزاد نظم کا پیش نہیں بنی۔ بودلیر نے اپنی شاعری میں سب سے پہلے نثری نظم کی اصطلاح استعمال کی۔ اس سے قبل برتر آں ایسی تحریریں لکھے تھے جو نثری نظم سے قریب تر تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ خود بودلیر نے نثری نظم کا موجبد برتر آں کو قرار دیا ہے۔ بودلیر نے پہلی بار اس بیت کو آرت فارم کی حیثیت سے برتا۔ بودلیر کو اس عمل کی اشد ضرورت تھی کیوں کہ وہ کسی طرح فرانسیسی شعریات کی سخت گیر عروضی پابندیوں سے آزادی چاہتے تھے۔ دوسرے شعرانے بھی اسے پسند کیا۔ رین بو اور ملارے وغیرہ نے بھی نثری بیت میں نظم نگاری کا آغاز کر دیا۔ مغربی ادب میں نثری نظم نے آزاد نظم کے لیے راہ ہموار کی۔ اُردو میں نثری نظم کوئی خاص مقبولیت حاصل نہیں کر پائی اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ابھی تک ہمارے کان نامانوس طرز اظہار سے آشنا نہیں ہو سکے ہیں۔ آٹھویں دہائی کی نسل نے نثری نظم کی طرف توجہ کی ہے۔ جدید صنعتی، شہری اور مادیت پرست زندگی نے جو موضوعات دیے ہیں ان کے اظہار کے لیے یہ بیت بہت مناسب ہے۔ زیر نظر کتاب ڈاکٹر جواز جعفری کی نثری نظم کا تجزیاتی مطالعہ ہے۔ نثری نظم کی روایت ایک مستقل اور تفصیل طلب موضوع ہے۔ اس موضوع پر کچھ ناقدین نے لکھا ہے۔ نثری نظم نگاری کا آغاز کب اور کہاں سے ہوا اور ڈاکٹر جواز جعفری تک آتے آتے اس بیت کو رذو قبولیت کے کن کن مرحلوں سے گزرنا پڑا۔ اس تفصیل میں جائے بغیر موضوع کے تسلسل اور ڈاکٹر جواز جعفری کی نظم کے امتیازات معین کرنے کے لیے نثری نظم کا اجمالی جائزہ ضروری ہے۔

اُردو نثری نظم کی روایت میں سائلہ کی دہائی میں نثری نظم ایک تحریک کی صورت میں ابھرتی نظر آتی ہے۔ اس تحریک کے قافلہ سالار مبارک احمد ہیں۔ اگرچہ مبارک احمد نے عروضی

نظمیں بھی تخلیق کی ہیں لیکن ان کی تمام تر توجہ نثری نظمیں ہی رہی ہیں۔ کلیات مبارک احمد میں نثری نظم کے ابتدائی نمونے ملتے ہیں۔ مبارک احمد نے نثری نظم کا عمده تجربہ کیا اور اس بیت کی راہ ہموار کرنے کے لیے مضامین بھی لکھے۔ نثری نظم لکھنے اور اس کی حمایت کرنے پر انھیں اپنے ہم عصروں کی دشمن طرازیاں بھی برداشت کرنا پڑیں۔ انھوں نے نثری نظم کو فروع دینے میں اولین کوششیں کیں۔ مبارک احمد کی کوششوں کے نتیجے میں شعرانے آہستہ آہستہ نثری بیت میں طبع آزمائی شروع کر دی۔ مبارک احمد کی قائم کی ہوئی اس روایت کا تسلسل اس طرح قائم ہوا کہ متعدد شاعروں کے نثری نظموں پر مشتمل مجموعے بھی شائع ہو رہے ہیں اور نثری نظمیں کثرت سے ادبی رسائل میں شائع بھی ہو رہی ہیں۔ آج ایک ہی شاعر غزل، آزاد اور نثری نظم تخلیق کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ یہ مبارک احمد کی عطا ہے کہ آج کا شاعر بے نیاز آزادانہ اپنا تخلیقی اظہار کر رہا ہے۔

۱۹۷۲ء میں اشاعت پذیر ہونے والا عبدالرشید کا شعری مجموعہ "اپنے لیے اور دوستوں کے لیے نظمیں" نثری نظم کا باقاعدہ پہلا شعری مجموعہ ہے۔ عبدالرشید کا شمار نثری نظم نگاروں کے اولین اہم شعراء میں ہوتا ہے۔ انھوں نے اس بیت کو اعتبار اور فروع دینے کے لیے اپنی شاعرانہ صلاحیتوں کا بھر پورا استعمال کیا ہے۔ اس سے قبل شائع ہونے والے اپنے پہلے شعری مجموعے "انی کنست من الطالمين" میں عبدالرشید نے آزاد نظم کی بیت میں طبع آزمائی کی ہے۔ عبدالرشید نے اپنے عہد کے تمام سماجی جزو و مoten کا حصہ بنایا ہے۔ انھوں نے اپنی نظموں میں خارجی عوامل، داخلی کیفیات اور ذاتی تجربات کو بیان کیا ہے۔ ان کی نظمیں مادیت پرست معاشرے میں ہونے والی روحانی اور اخلاقی اندیش کی پامالی کا بیان ہے۔ انھوں نے خصوص عصری صورتِ حال کی عکاسی کی ہے۔ انھوں نے تہائی، اجتماعی جبرا اور تلاشِ محبت کو نئے ادراک کے ساتھ شاعری کا موضوع بنایا ہے۔

عبدالرشید کی شاعری میں جنسی بے راہ روی اور نا آسودگی کے مناظر بھی نظر آتے ہیں۔ "The Faithless Wife" اور "ہو ٹلوں میں، قبھے خانوں میں، جیسی نظمیں اس کی مثال ہیں۔ ان کے یہاں فرائید کے جنسی محکمات کی نا آسودگی کے علاوہ انسانی روؤیوں سے پیدا ہونے والے اضطراب اور احساسِ نارسانی کو دیکھا جاسکتا ہے۔ عبدالرشید کی نظمیں خود اذیتی، خود

کے احساسات و جذبات کی عکاسی کرتی ہیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ انھوں نے ایک عام آدمی کی زندگی کا نوحہ لکھا ہے۔ انھوں نے روایتی موضوعات میں طبع آزمائی کرتے ہوئے جا گیرداری نظام کی جبریت کی مذمت کی ہے جس سے ایک عام آدمی کی شخصی آزادی اور وجودی شاخت معدوم ہو گئی ہے۔ انھوں نے اپنی متعدد نظموں میں معاشی نامہواری اور طبقاتی تقسیم کی طرف اشارے بھی کیے ہیں۔ ان کی نظم ”ایک انسان کی موت“ میں ستقطڈھا کے سانچے کی عکاسی کی گئی ہے۔

ثرثوت حسین اپنے گردوبیش میں بیدار رہتے ہیں انھوں نے اپنی اردوگرد کی زندگی کا مشاہدہ ایک احساساتی سطح سے کیا ہے۔ انھوں نے مادیت پرستی کو ایک نئے تناظر میں پیش کیا ہے۔ ان کے شعری مجموعے ”خاکدان“ کی اکثر نظمیں ان کی داخلی تہائی اور ہلکستِ ذات سے مملو ہیں۔ انھوں نے کچھ نظموں میں حتیٰ تحریب بھی کیے ہیں۔ اس حوالے سے انھوں نے معاشرے کے نچلے اور محروم طبقے کے لیے آواز بلند کی ہے۔ انھوں نے ان طبقوں کی نمایدگی کی ہے جن کی زندگیاں روٹی کے چند گلڑے حاصل کرتے کرتے رایگاں گزر گئی ہیں۔ انھوں نے انسان کو مشینی پروزوں میں تبدیل ہوتے ہوئے دکھایا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ جب سے انسان مشین بناء ہے وہ شرفِ آدمیت کے درجے گر گیا ہے۔ ان کی نظم ”میں ایک آدمی کی موت مرنا چاہتا ہوں، صحنی و مشینی تہذیب کے ہاتھوں پسے ہوئے ایک عام آدمی کی زندگی کی عکاس ہے۔“

ثرثوت حسین کا امتیاز یہ ہے کہ انھوں نے داستانوی علام کو تخلیقی وفور کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ انھوں نے داستانوی لفظیات کو جدید لفظیات کے ساتھ آمیز کر کے شاعری میں برتا ہے۔ ان کی نظموں میں زندگی ایک منفرد ذرا یہ سے ملتی ہے۔

افضال احمد سید اردو نظم کے اہم ترین شاعر ہیں۔ انھوں نے ابتدائی دور میں اس بیان کو فروغ دینے اور استحکام بخشنے میں اپنی بساط کے مطابق کوشش کی ہے۔ انھوں نے نظم کو نئے انداز میں متشکل تو کیا لیکن موضوعات اور نظریے روایتی ہی رکھے اور نظم کی فطرت کو بھی مغربیت کے قریب تر ہی رہنے دیا۔ افضال احمد سید آزاد نظم کے کسی بھی بڑے شاعر سے کم نہیں ان کی نظمی نظموں کا پہلا مجموعہ ”جھینی ہوئی تاریخ“ ۱۹۸۲ء میں اشاعت پذیر ہوا۔ ان کے دو شعری مجموعے ”دوزبانوں میں سزاۓ موت“ اور ”روکوکو اور دوسرا دنیا ہیں“ بھی نظمی نظموں

لذتی، تہائی اور ذات کی شکست و ریخت کی عکاس ہیں کیوں کہ انھوں نے نظام زیست سے کوئی مفاہمت نہیں کی۔ انھوں نے اپنے داخلی کرب، گم جہیر تہائی اور احساس عدم تحفظ کو مختلف جنسی علمتوں کے ذریعے بیان کیا ہے۔ نظم ”کنوارے پنے سے بوجھل ہوں“ ان کے جنسی تحریب ہوں کا عمدہ بیانیہ ہے۔ عبدالرشید کی نظمیں میں بدھ ازم کی عبادت گاہوں کی تصویریں اور سانپ کی مختلف علماتیں ملتی ہیں۔ ان کی متعدد نظمیں نیم جنسی اور نیم نفسی ایجھنوں کی عکاس ہیں۔ افتخار جالب کی چھاپ کے باوجود ان کی ابتدائی شاعری تقلیدی نہیں بل کہ تخلیقی انداز لیے ہوئے ہے۔

عبدالرشید نے نثری اور آزاد دونوں ہمیشوں کو شعری اظہار کا ذریعہ بنایا ہے۔

نئی شاعری کی تحریک کے سب سے اہم شاعرانیں ناگی نے بھی نثری بیان میں نظم نگاری کی ہے۔ انھوں نے معاصر شاعر اکی طرح آزاد نظم کے ساتھ ساتھ نثری نظم کو بھی اپنے تخلیقی اظہار کا سیلہ بنایا ہے۔ ان کا نثری نظم کے فروغ میں بڑا اہم Contribution ہے۔ انھوں نے آزاد نظم کی بیانت کو نثری نظم کی بیانت سے میز کرنے کے لیے پیر اگراف کی صورت میں لکھنے پر اصرار کیا۔ نیس ناگی کی نظمیوں میں اپنے عہد کے مسائل کا بیانیہ ملتا ہے۔ ان کی نظمیوں سے تہائی اور بیگانگی کا احساس ابھرتا ہے۔ نیس ناگی ابتدا میں افتخار جالب کے مقابلہ رہے لیکن بعد میں انھوں نے اپنا الگ اسلوب وضع کر لیا۔ انھوں نے بیسویں صدی کے انسان کو درپیش وجودی مسائل کو شاعری کا موضوع بنایا۔ ان کی آزاد اور نثری نظمیوں کا کلیات ”بیگانگی کی نظمیں“ کے نام سے اشاعت پذیر ہو چکا ہے۔

ثرثوت حسین کا نام معاصر غزل نگاروں میں اہمیت کا حامل ہے لیکن ان کی شاعری کی ایک نمایاں جہت نثری نظمیں بھی ہیں۔ انھوں نے بھی معاصر نظم نگاروں کی طرح اپنی داخلی کیفیات کو استعاروں، علمتوں اور تمثalloں کے ذریعے شعری پیکر عطا کیا ہے۔ نثری نظم نگاروں میں ثروت حسین کا فکری رچاؤ اور اسلوب منفرد ہے۔ انھوں نے چھوٹی چھوٹی تصویروں اور اپنے اندر کی احساساتی اشاریت سے شعری دائرے بنائے ہیں۔ انھوں نے اپنے مضامین کی تفہیم کے لیے ایک مخصوص زبان استعمال کی ہے۔ ان کی نظمیوں کی تفہیم اس لیے زیادہ ہے کہ انھوں نے نظمیوں میں بیک وقت کئی تمثیلیں بر قی ہیں۔ ان کی نظمیوں میں جو تمثیلیں ابھر کر سامنے آتی ہیں ان سے کثیر المعمویت کے کئی پہلو سامنے آتے ہیں۔

ثرثوت حسین کی نظمیں ایک عام انسان

پرمیشناں ہیں۔ ان کی نظموں میں معاصر سیاسی ادراک اور فکری لے دھائی دیتی ہے۔ افضل احمد سید کی نثری نظم منفرد اسلوب اور طرز اظہار کی حامل تو ہے لیکن اس میں کوئی خاص نظریہ اور موضوعات پیش کرنے کے بجائے پہلو تراشی کی گئی ہے۔ انہوں نے ایک عام آدمی کی زندگی کا بیانیہ بھی منفرد انداز میں پیش کیا ہے۔ انہوں نے ایک ایسے معاشرے کی عکاسی کی ہے جس کی بنیاد پر مادیت پر رکھی گئی ہے۔ انہوں نے طبقاتی تقسیم اور دولت کی غیر مساوی تقسیم کو بھی شاعری کا موضوع بنایا ہے۔ ان کی نظموں ایک عام آدمی کے کرب کی صورت گری کر رہی ہیں۔ شاعر کہتا ہے کہ مزدور طبقے کی چھوٹی چھوٹی آسانیاں کسی نعمت سے کم نہیں لیکن یہ مزدور پیشہ طبقہ استحصالی نظام کے جال میں پھنسا ہوا ہے۔ آج کامزور بھیک کی صورت میں اپنا حق حاصل کر رہا ہے۔ افضل احمد سید نے اس موضوع کی نظموں کو طنزیہ اسلوب کی آمیزش سے تخلیق کیا ہے۔

افضل احمد سید نے روایتی انداز میں اخحطاط پذیر معاشرے کی عکاسی کی ہے۔ انہوں نے سیاسی اور مذہبی گروہوں کا اس طرح سے غریب آدمی کا خون چونے کی مذمت کی ہے۔ انہوں نے روشنیوں کے شہر کو جس طرح تاریکی میں تبدیل ہوتے دیکھا ہے اس کو اپنی نظموں میں بیان کر دیا ہے۔ ان کی نظموں میں خارجی آشوب کا بیانیہ عصری حیثیت کی وجہ سے ہے۔ انہوں نے ہمارے معاشرے میں پائی جانے والی بدآمنی، بے چینی اور ابتری کوشش اور حرص بنایا ہے۔ اس حوالے سے ان کی نظم ”ہمیں بہت سارے پھول چاہئیں“ کافی اہم ہے۔ افضل احمد سید نے نثری نظم کی بیت میں اعلاuder جس کی شاعری تخلیق کی ہے۔

احمد ہمیش نثری نظم کا ایک بڑا نام ہے۔ انہوں نے معاصرین کی طرح دیگر اصناف میں بھی طبع آزمائی کی لیکن نثری نظم ہی ان کی پیچان کا بنیادی حوالہ بنی۔ ان کی لسانی ساخت پر افتخار جا لب اور نظم کی بیت پر مبارک احمد کے اثرات واضح دھائی دیتے ہیں۔ ان کی نثری نظم کی زبان عروضی نظم کے تجربے سے یکسر مختلف ہے۔ احمد ہمیش کی شاعری تجربید اور اہم کے امتزاج سے تخلیق ہوئی ہے۔ ان کی شاعری میں فرائد کے نظریات کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔ ان کے یہاں عورت اور جنس سے متعلق موضوعات بھی پائے جاتے ہیں۔ انہوں نے ذات اور دنیاوی دھنڈکوں کو ایک ساتھ بیان کیا ہے۔ انہیں بدآمنی، بے گانگی، انتشار اور سڑکوں

کا شور سخت ناگوار گزرتا ہے۔

ذی شان ساحل اپنے عہد کے ایک اہم نظم نثری نظم نگار ہیں۔ ان کی نظم پر غزل کی ساخت کے اثرات نظر آتے ہیں۔ ”شب نامہ اور دوسری نظموں“ اور ”ای میل اور دوسری نظموں“، ان کی نظموں کے اہم مجموعے ہیں۔ پرندہ، رات، باغ، ستارہ اور آئینہ ان کی شاعری کے استعارے ہیں۔ ان کی نظم تمثیل کاری، نئی لفظیات اور نئی مصراجی ساخت سے ترتیب پاتی ہے۔ ذی شان ساحل ایسے نظم نگار ہیں جنہوں نے کلاسیک سلیقے کو توڑ کرنی لسانی تہذیب وضع کی ہے۔ ان کا اسلوب، ہندی، فارسی اور انگریزی کے الفاظ سے ترتیب پاتا ہے۔ ذی شان ساحل نے پابند اور آزاد بیت میں نظم نگاری کے ساتھ ساتھ نثری بیت کو ایک منفرد لحن اور آہنگ دیا ہے۔ ان کی نظموں میں قدیم اور روایتی موضوعات عام ملتے ہیں۔ ان کی نظموں میں مظاہر فطرت سے عبارت ہیں۔ ذی شان ساحل کی نظموں میں شاخوں پر کھلتے پھول، شام کے ستارے، اڑتے ہوئے پرندے، اوس میں بھیگی کلیاں اور شہر کی ویران سڑکوں پر بیٹھے کبوتر کے مناظر دکھائے گئے ہیں۔ انہوں نے داخلی تہائی سے آمیز کر کے نظموں تخلیق کی ہیں۔

ذی شان ساحل نے عصری آشوب کے نقوش کو اپنی شاعری میں ابھارا ہے۔ انہوں نے صرف کراچی کے حالات کی منظر کشی نہیں کی بلکہ ہمارے پورے معاشرے اور تہذیب کی عکاسی کی ہے۔ انہوں نے انتہائی سادہ الفاظ استعمال کیے ہیں کوئی پیچیدہ استعاراتی نظام وضع نہیں کیا اور نہ ہی ثقلیں الفاظ استعمال کیے ہیں۔ انہوں نے ظلم و بربریت کا شکار ہونے والے افراد کے لیے آواز اٹھائی ہے۔ دولت کی غیر مساوی تقسیم اور پسماندہ علاقوں کے مکینوں کے استھصال کی مذمت کی ہے۔ انہوں نے خوف کی شدید تر کیفیات کو بھی شاعری کا موضوع بنایا ہے۔ اس حوالے سے ذی شان ساحل نے معاصر حالات اور تحریک و فساد کا نشانہ بننے والے شہروں کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے ظلم و جرم میں جگڑے ہوئے آدمی کی نمایندگی کی ہے اور ایک چھوٹے سے مقتدر طبقے کو اس کامالک بنانے پر تحفظات ظاہر کیے ہیں۔ ذی شان ساحل کی نثری نظموں میں مخصوص علمی عصری حالات اور ان سامراجی طاقتوں کی عکاسی کی گئی ہے جنہوں نے اپنے مفادات کی خاطر چھوٹی اقوام کو تباہی و بر بادی کے دہانے پر پہنچایا ہے۔ ان کی نظموں گرد و پیش کے حالات کی آئینہ دار بھی ہیں اور داخلی تہائی کو بھی عصری روایوں کے تناظر میں بیان

کیا گیا ہے۔

ذی شان ساحل کی شاعری فطرت کے متفرق رنگوں اور زندگی کی باریں میں گندھی ہوئی ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ آج کا انسان فطرت سے دور ہونے کی وجہ سے سکون، اعتماد اور خوشی سے محروم ہو گیا ہے۔ انہوں نے جدید زندگی کو شور، ہنگامہ، بے چینی اور انتشار قرار دیا ہے۔ ان کی نظمیں جدید دور میں ابھرنے والے انسانی روپیوں، نفسیاتی دباؤ اور پریشانیوں کی آئینہ دار ہیں۔ انسان کو اعصابی تناؤ کی وجہ سے جسمانی عارضے لاحق ہو سکتے ہیں۔ ذی شان ساحل کی نظم ”بلڈ پریشر“ اس کی ایک اہم مثال ہے۔ آج کا انسان شدید ہنی تناؤ کا شکار نظر آتا ہے۔ ان کی نظمیں میں معاشرے کے افراد کی بے حسی دھائی گئی ہے۔ ذی شان ساحل کی شاعری خارجی اور داخلی دونوں عناصر سے آمیز ہے۔

نشری نظم کو فروغ دینے میں جہاں شاعروں نے سنجیدہ کوششیں کی ہیں وہی شاعرات نے بھی اپنی بساط کے مطابق اس ہیئت کو اعتبار و استحکام عطا کیا ہے۔ کچھ شاعرات نے اس ہیئت کو انتہائی دل جمعی کے ساتھ اپنے شعری اظہار کا وسیلہ بنایا ہے۔ ان شاعرات میں سرفہرست سارا شگفتہ کا نام نظر آتا ہے۔ سارا شگفتہ نے اس صنف کو نیز مکمل تحریر کے وسیع نظر میں استعمال کیا ہے۔ سارا شگفتہ کی المناک موت کے بعد ان کا شعری مجموعہ ”آنکھیں“، منظر عام پر آیا۔ اس مجموعے کی نظمیں شاعرہ کی داخلی کیفیات اور اور ذات کے بکھراو کی عمدہ عکاس ہیں۔ سارا شگفتہ کی ذات کا کرب محض ان کی ذات تک محدود نہیں بل کہ اس سے ان کے عہد کی شکست وریخت، معاشرتی اقدار، خانگی نظام کی بے قیمتی اور رشتہوں کی کم مانگی جیسے پہلو نظر آتے ہیں۔ ان کی نظمیں نہ صرف فرد کے داخلی آشوب کی آئینہ دار ہیں بل کہ ان میں صنعتی و مشین تہذیب سے بے حس ہونے والے معاشرے کی عکاسی بھی کی گئی ہے۔

سارا شگفتہ کا ناسائی لہجہ دیگر شاعرات سے ذرا مختلف ہے۔ وہ مشکلات اور جذباتی دلچسپیوں کا مقابلہ کرتی ہے۔ ان کی نظمیں جذبات و احساسات، دکھ، نارسائی اور کرب ذات کا بیانیہ ہیں۔ انہوں نے اپنے اعصابی خلل، جنونی و ہیجانی کیفیات کا بڑا محل کر اظہار کیا ہے۔ پروین شاکر نے سارا شگفتہ کی زندگی اور شخصیت پر ایک نظری نظم ”ٹھاٹر کچپ“ کے عنوان سے لکھی ہے۔ اس نظم میں انہوں نے سارا شگفتہ کی کیس ہستری بیان کی ہے۔ سارا شگفتہ کی نظمیں میں

موت ایک مسحور کن، سکون بخش اور باعزت لمحہ ہے۔ موت کے سامنے بھی اس کے لیے آسودگی کی علامت بن جاتے ہیں۔ ان کی نظمیں میں عورت کے ماں بننے کے مسائل، جنسی مسائل، نفسیاتی اور شکستِ ذات کے مسائل کا خصوصی اظہار ملتا ہے۔ سارا شگفتہ موت اور قبر کو تھارس کا ذریعہ سمجھتی ہے۔

عذر اعباس نثری نظم کی شاعرات میں اہمیت کی حامل ہیں۔ انہوں نے اپنے ذاتی آشوب اور داخلی کیفیات کو نظم میں پیش کیا ہے۔ ان کے شعری مجموعے ”نیند کی مسافتیں“، ”میز پر رکھے ہاتھ“ اور ”میں لائیں کھینچتی ہوں“ ان کی نثری نظم سے فطری وابستگی کا ظاہر کرتے ہیں۔ ان کی نظمیں میں جنسی بیانیں نمایاں صورت میں متخلک ہو ہائے۔ ان کی عصری تمازن میں کہی نظمیں ”میں لائیں کھینچتی ہوں“ اور ”یہ میں ہوں“ بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ ان نظمیں میں انہوں نے مادی معاشرے کے کچھ رؤپیوں کو موضوع بنایا ہے۔ عذر اعباس کے آخری شعری مجموعے ”حیرت کے اس پار“ کی نظمیں جنسی بیانیں کے بجائے صنعتی و مشینی دور کے انسان کی داخلی تہائی کی کیفیات کی عکاسی کرتی ہیں۔ اس مجموعے کی نظمیں میں شاعرہ نے اداسی کی کیفیات کو بیان کیا ہے۔ عذر اعباس کی نثری نظمیں ان کی بے با کی کی وجہ سے مشہور ہیں۔ ان کی نظم کا اسلوب مغربی نظم کے تراجم کے قریب تر ہے۔ کہیں کہیں تو ان کے مصروعوں میں ترجمے کا گمان گزرتا ہے۔ وہ موضوعاتی سطح پر فہمیدہ ریاض کے قبیلے سے تعلق رکھتی ہیں۔

عذر اعباس نے نثری نظم کی ہیئت کو پوری تو انائی سے فروغ دیا ہے۔ وہ مغربی تاثیث کی تحریر کے سے بے حد متاثر ہیں۔ ان کا لہجہ احتجاجی ہے، انہوں نے عورت کی جنس اور جنس کے ذریعے شکست و پامالی کو موضوع بنایا ہے، انہوں نے نئے شعور کی عورت کی عکاسی کی ہے۔ انہوں نے عورت کے کرب اور داخلی خلفشار کو بیان کیا ہے۔ انہوں نے مرد کے ہاتھوں کٹھ پتلی بی ہوئی عورت کے ذہنی تناؤ کی ترجمانی کی ہے۔ انہوں نے عورت کی فرستیشن، خوف اور جذباتی گھنٹن کو شعری موضوعات بنایا ہے۔

نسرین الجم بھٹی اہم ترین نثری نظم نگار ہیں۔ انہوں نے اپنی نظمیں میں ہندی، پنجابی اور انگریزی کے الفاظ ایک نئے اسلوب کے ساتھ استعمال کیے ہیں۔ ابرا احمد کے بقول نسرین الجم بھٹی بروکن ایمجرز کی شاعرہ ہیں۔ ان کی نظمیں میں زیادہ حریت فکر، سماجی اور ناسائی مسائل

بیان کیے گئے ہیں۔ انھوں نے ایک عورت کی داخلی کیفیات کی تجسم ایک نئے آہنگ میں کی ہے۔ ان کی نظمیں مارکسی نظریے کی ترویج اور سرخ انقلاب کی راہ ہموار کرتی ہیں۔ نسرین انجمن بھٹی کے لحن میں جوش ملیح آبادی اور علی سردار جعفری کی گھری چھاپ دکھائی دیتی ہے۔ ان کی شاعری میں ترقی پسند شعراء کے اکبرے مضامین کا مکرر پن موجود ہے۔ انھوں نے ایک مخصوص عصری رہجان کو اپنی داخلی کیفیات سے آمیز کر کے شاعری تخلیق کی ہے۔ نسرین انجمن بھٹی نے اپنی نظمیں مختلف ایمیجز کے ذریعے رات اور دن کی تفاوت کو ابھارا ہے۔ انھوں نے رات اور دن کے تناقض باہمی کو ظلم اور انصاف کی علامت کے طور پر استعمال کیا ہے۔ ان کی بہت سی نظمیں انھیں نشری نظم نگاروں کی صفت میں متاثر کرتی ہیں۔

نسرین انجمن بھٹی ترقی پسند نشری نظم نگاروں میں Socio-Political ان کی شاعری کا بنیادی حوالہ بتتا ہے۔ ان کی نظمیں موضوع اور اسلوب ہر دستہ پر قابل توجہ ہیں۔ ان کی نظمیں میں پنجاب کی ثقافت نظر آتی ہے۔ انھوں نے نسائی جذبات کی شاعری میں مزاحمتی لحن اختیار کیا ہے۔ ان کی شاعری کا نسائی فکری پیرائیہ نہایت عمدہ ہے۔ نسرین انجمن بھٹی کی نظمیں میں مرداپنی محرومیوں کا غصہ بھی اپنے گھر کی عورتوں پر نکالتا ہے۔ انھیں مشرقی معاشرے میں عورت کا استھصال نامنظور ہے۔ ان کی نظمیں عورت جبر، صبر اور برداشت کا پیکر ہے۔

نشری نظم کی روایت میں کشور ناہید بڑی اہم شاعرہ کے طور پر اپنا مقام رکھتی ہیں۔ غزل اور آزاد نظم کی وجہ سے ان کی نشری نظمیں اس طرح سے سامنے نہیں لاٹی گئیں۔ کشور ناہید کی آزاد نظمیوں کی نسبت ان کی نشری نظمیں سماجی مسائل کی زیادہ تر ترجمان ہیں۔ ان کی نظم ”خوف کی دستک“ اس حوالے سے بہت اہم ہے۔ اگرچہ کشور ناہید کی نشری نظمیں کا دائرہ ان کی ہم عصر شاعرات کی نسبت محدود ہے لیکن اپنے شعری موضوعات کی وجہ سے اہمیت کی حامل ہیں۔ انھوں نے دیگر شاعرات کی طرح صدیوں سے رانچ خانگی نظام کی مذمت کی ہے۔ وہ معاشرتی تحقیقوں اور سفاک سچائیوں کو آمیز کر کے نظمیں تخلیق کرتی ہیں۔ انھوں نے دور حاضر کے انسان کی خود غرضی اور بے حصی کا نوحہ بھی لکھا ہے اور معاشرے میں لگی اس دولت کی دوڑ کو ناپسند بھی کیا ہے جس نے رشتوں کے تقدس اور اقدار کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ ان کی نظم ”التماس“ کافی اہم ہے۔ کشور ناہید کی کچھ شاعری روایتی انداز کی ہے اور کچھ مغرب سے درآمدہ فلمنزم سے

متاثر ہے۔ انھوں نے ہم عصر شاعرات سے کچھ زیادہ مردانہ تسلط کا شکار عورت کی آزادی کا مطالبہ کیا ہے۔ انھوں نے اپنی شاعری کے ذریعے مشرقی نظام میں جگڑی عورت کی آزادی اور مقام و مرتبے کے لیے جدوجہد کی۔ کئی نظمیوں میں تو انھوں نے مرد کے مقام کو بھی چلنچ کر دیا ہے۔ وہ ہر سطح پر مرد سے برابری چاہتی ہیں۔ کشور ناہید دراصل مغرب پرست ہیں وہ مادر سری نظام کی علم بردار ہیں اور اس نظام کے نفاذ کے لیے جدوجہد کرنے والی شاعرات میں ہر اول کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کے شعری مجموعے ”بے نام مسافت“، ”نظمیں“، ”گلیاں دھوپ دروازے“ اور ”ملامتوں کے درمیاں“ کی نظمیں نشری نظم کی روایت کا ایک اہم حصہ ہیں۔ کشور ناہید کی شاعری مرد اسas معاشرے کے خلاف احتجاج ہے۔ انھوں نے مشرقی عورت کی نفسیات کو Explore کیا ہے۔ جذباتی گھنٹن، جنسی تنفسی اور عدم تحفظ کی وجہ سے پیدا ہونے والے ذہنی تناؤ کو کشور ناہید کی شاعری میں دیکھا جاسکتا ہے۔ انھوں نے اپنی ذات سے باہر نکل کر کمرور طبقے کی عورتوں کے کرب کو محسوں کیا ہے اور اسے شعری زبان دی ہے۔

کم و بیش نصف صدی گزر جانے اور درجنوں مجموعے اشاعت پذیر ہونے کے باوجود نشری نظم وہ اعتبار و وقار حاصل نہیں کر پائی جو آزاد نظم کے حصے میں آیا ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ کسی بھی نظم نگار نے اس بیان کو ہم وقت اختیار نہیں کیا۔ کچھ شاعروں نے تو دوسرا ہمیٹوں میں طبع آزمائی کرنے کے ساتھ ساتھ نشری نظم کو محض تجربے کے طور پر لیا ہے۔ پانچ دہائیوں میں بکھری ہوئی نشری نظم کی روایت کا جائزہ لیں تو کسی بھی شاعر کے یہاں کوئی نیا موضوع اور بڑا نظر نہیں ملتا۔ سب شعراء نے روایتی موضوعات اور رمحانات ہی سے پہلو تراشی کی ہے۔ نشری نظم کی اس دم توڑتی روایت کے پیش نظر ہی ڈاکٹر جواز جعفری نے غزل گوئی سے نظم نگاری کی طرف مراجعت کی ہے۔ ایک تو انھوں نے روایتی لمحے سے گریز واجتناب برداشت ہے اور دوسرا گھستے پئے مضامین کو برتنے کے بجائے نئے نظریات تخلیق کیے ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری کی اس نئی، تو انا اور سمت نما کاوش سے اب نشری نظم ہمہ گیر مقبولیت حاصل کر چکی ہے۔ انھوں نے اُردو نشری نظم کو پہلی بار نئے آفاق سے روشناس کرایا ہے۔

اور آدھا اوپر اوڑھے  
اپنے کشکول پدست بازو پر سر رکھے  
بے خبر سورہ ہے ہیں!  
چاروں اور لہلائی بھوک کے درمیان  
ہمارے بلکتے بچے  
روزانہ دور مار میز اُنکل چاٹ کر  
حرب الوطنی کے بوسیدہ ٹاٹ پر  
اپنی آنکھوں میں تیرتا نمک چکھ کر  
سو جاتے ہیں!

(موت کا ہاتھ کلائی پر ہے، ص: ۲۶)

آج کا انسان اپنے وسائل کا غلط استعمال کرنے میں لگا ہوا ہے۔ ہمارا معیارِ زندگی انہائی پست ہے، غریبِ غربت کی چچی میں پس رہا ہے اور ہم بھوک اور جہالت کو شکست دینے کے بجائے اپنی دفاعی صلاحیتیں بڑھانے میں لگے ہیں۔ جواز جعفری کی نظمیں ہمارے ارد گرد کی حقیقت پسندانہ تر جانی کر رہی ہیں، آج کے انسان کا الیہ یہ ہے کہ یہاں لوگ دنیا میں سیر کرنے کے لیے نکتے ہیں تو ان کے طیارے انخوا کر لیے جاتے ہیں۔ ایسے دور میں جواز جعفری امن اور انصاف کی بات کرتے ہیں۔ تقلیل اور فاختہ ان کی شاعری کا بنیادی استعارہ ہے جو دراصل امن اور محبت کی علامت ہے۔ انھوں نے فاختہ اور تقلیل کے الفاظ استعمال کر کے جنگ اور جنگی عزم کی ندمت کی ہے۔ نظم ”میرا دل فاختہ کا گھونسلہ ہے“ دیکھیے:

اپنے صحنوں میں بچپے فاقہ سمیٹ لو  
ک قبرستانوں میں میلے لگنے کی رُت  
قریب آپنچی!

آؤ

جنگ کے خلاف سڑکوں پر رقص کریں  
میرے پڑھنے والوگواہ رہنا

## ڈاکٹر جواز جعفری بحیثیت جنگ مخالف شاعر

ڈاکٹر جواز جعفری کا شعری مجموعہ ”موت کا ہاتھ کلائی پر ہے“، اردو زبان میں جنگ اور امن کے حوالے سے پہلا شعری مجموعہ ہے جو ۲۰۰۵ء میں فلشن ہاؤس، لاہور سے اشاعت پذیر ہوا۔ جواز جعفری نے اس مجموعے میں شامل نظموں میں جنگ کی تباہ کاریوں پر روایتی انداز میں لکھنے کے بجائے جنگ کے خلاف لکھا ہے۔ انھیں جنگی آلات اور اس قدر بڑھتی ہوئی جنگی سرگرمیوں کے نتیجے میں زمین پر زندگی کا مستقبل انتہائی تاریک دھکائی دیتا ہے۔ جواز جعفری کہتے ہیں کہ جو ہری اور ایئمی ہتھیاروں کی ایجاد کے بعد اور ایک ملک کی دوسرے ملک کے خلاف بڑھتی ہوئی نفرت کو دیکھتے ہوئے ہم بحیثیت نوع اگلی ہزاری میں شاید موجود نہ ہوں۔ جواز جعفری نے اس مجموعے میں جنگ کے اثرات رقم کیے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پچھے بھوک سے بلکر ہے ہیں لیکن ہم کشکول اٹھائے ایٹم بم اور میز اُنکل بنانے اور اسلحہ پرستی میں لگے ہوئے ہیں، اس کی مثال نظم ”علم ہمیں ہلاک کر رہا ہے“ ملاحظہ ہو:

ایک پھٹے پرانے خواب کا کونا تھاے

ہم فٹ پا تھا تک آپنچ

شور زدہ شہر کی

بے حس گلیوں میں

ہم ایٹم بم کو

آدھا نیچے

اہم مثال ہے۔ وہ ایک وقت میں ایسے نظم نگار محسوس ہوتے ہیں جیسے جنگ ان کی نظموں کا مستقل موضوع رہا ہو۔ انھوں نے جنگوں اور امن کی بربادی کے واقعات کو تاریخی تناظر میں پیش کیا ہے۔ متعدد شعراء نے اپنی نظموں میں جنگوں کے اثرات اور بعد ازاں پیدا ہونے والے حالات کی عکاسی کی ہے لیکن جواز جعفری اولین شاعر ہیں جنھوں نے اپنی نظموں میں روایت شکنی کرتے ہوئے جنگ کے خلاف آواز بلند کی ہے اور امن کا پیغام عام کیا ہے۔ اس لیے ان کی نظم نے تناظر میں تخلیق ہوئی ہے۔

ڈاکٹر جواز جعفری نے ایک نذر شاعر کی طرح ملک میں انتشار، بد امنی، خوف اور دہشت پھیلانے والے عناصر کی سخت الفاظ میں مذمت کی ہے۔ وہ جنگ و جدل کو بے مقصد اور غیر انسانی عمل سمجھتے ہیں انھوں نے معاصر شعرا کی طرح جنگی واقعات منظوم نہیں کیے اور نہ ہی قیدیوں کی رہائی کے لیے دعا نہیں مانگی ہیں۔ ان کی شاعری میں جنگی ترانے، عسکری فتوحات اور جہاد کے نعروں کی گوئی سنائی نہیں دیتی۔ انھوں نے معاصرین کی طرح بلکہ دلیش کے قیام کو سقوط کا نام نہیں دیا اور نہ ہی بگالیوں کی سازشوں اور بھارتیوں کی مداخلت کو موردا الزام ٹھہرایا ہے اور نہ ہی قوم کو نئے عزم اور نئی توانائیوں کے ساتھ زندگی گزارنے اور دشمن پر حملہ آور ہونے کا خواب دکھایا ہے۔ جواز جعفری واحد فکری شاعر ہیں جو جنگ کو کسی طور بھی قبول نہیں کرتے خواہ اس میں پاکستانیوں اور امت مسلمہ کو فتح ہی کا یقین کیوں نہ ہو۔ انھوں نے جنگ سے آزاد معاشرے کے خواب بننے ہیں۔ مثال کے لیے جواز جعفری کا یہ شعری اقتباس ملاحظہ کیجیے:

### جنگ

آنسوؤں سے آغاز کرتی ہے

اور امن

مسکراہٹوں سے

امن

جنگ میں ہاتھ آئی وہ کنیز ہے

جسے امن کے محافظوں نے

جرأ گھر میں ڈال رکھا ہے

کہ میں نے اپنا قلم  
جنگی ترانوں سے آلوہ نہیں کیا  
میری پچان  
امن کے گیت ہیں  
میرے گیت  
جنگ کی جڑیں کھود رہے ہیں  
میرا دل  
فاختہ کا گھونسلا ہے

(موت کا ہاتھ کلائی پر ہے، ص: ۹۳)

جوائز جعفری نے ۲۸ مئی کو (جس دن پاکستان نے بھارت کے جواب میں ایٹھی دھماکے کیے تھے) انسانیت کے پاؤں کا کائنات قرار دیا ہے۔ ان ایٹھی دھماکوں سے اٹھنے والے دھوکیں نے انسانیت کے اجل پھرے پر سیاہی مل دی ہے۔ جواز جعفری نے ”میں جنگ کی بارات کا دو لہا ہوں“، ”ایٹھی دھماکے کی پہلی سالگرہ“، ”لکیر کے آر پار بننے والی اداس لڑکیوں“ ”جنگ کے پار ایک اور جنگ“ اور ”شاخ زبتوں سے اٹھتا ہوادھواں“ جیسی نظموں میں جنگ کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مسائل موت، بیماری، قحط، بھوک، افلas، بھرجت اور در بدری کا تذکرہ کیا ہے۔ ان نظموں میں انھوں نے جنگ کی شدت کو بیان کرنے کی کامیاب سعی کی ہے۔ انھوں نے ان نظموں میں جنگ سے پیدا ہونے والی بربادی اور تباہی کو ذاتی دھلنا کر پیش کیا ہے۔ ڈاکٹر ناصر عباس نیرے کے بقول جواز جعفری نے جنگ کو مدد رخ نہیں تخلیق کارکی نظر سے دیکھا ہے۔ انھوں نے جنگوں کے تاریخی بیان نہیں لکھے، جنگ کے انسانیت پر اثرات کو پیش کیا ہے۔

جوائز جعفری نے اپنی ان جنگ مخالف اور امن کے حق میں لکھی گئی موضوعاتی نظموں میں مختلف حکمرانوں، اداروں، مقنتر گروہوں اور شخصیات کو مخاطب کیا ہے۔ اس تخاطب میں وہ گروہ اور ادارے شامل ہیں جو جنگ کو ہوادیتے ہیں یا پھر اس کے برکس ان کا کام امن کے لیے کام کرنا ہے۔ ان کے اس انداز تخاطب میں بھی شعريت موجود ہے۔ انھوں نے تمثیل اور استعارے کا بھرپور استعمال کیا ہے۔ نظم ”یو۔ این۔ او“ جواز جعفری کے منفرد تمثیلی اسلوب کی

یہ کیسی زندگی ہے  
کہ موت کا خیال  
ایک لمحے کے لیے بھی دل سے محظیں ہوتا؟  
میری بستیوں پر  
آسمان سے سریکلی برستی ہے  
اور خوف سے ماوں کی چھاتیوں کے مشکنے  
سوکھ چکے ہیں  
میری بانجھٹی میں امن نہیں اگتا

اپنے محبوب کو کسی اور جگہ ملنے کا کہتے ہیں جب کہ جواز جعفری اسی فکر کو نئے ناظر میں اپنے محبوب کو وصیت کرتے ہیں کہ یہاں سب کچھ را کھونے کو ہے اس لیے جنگ کا ایندھن بننے سے پہلے مجھے اپنی زرگی آنکھوں سے ایک بار دیکھ لو، کہ موت کا ہاتھ میری کلائی پر ہے۔

ڈاکٹر جواز جعفری کہتے ہیں کہ جنگوں نے کئی نسلوں کو تباہ کاری کے سوا کچھ نہیں دیا، وہ جنگ کے خلاف ہیں انھیں اپنے ہنستے بنتے شہروں سے محبت ہے، انھیں ان لوگوں سے محبت ہے جن کے پاؤں اور ٹانگیں کٹ کر دور جا گرتے ہیں اور ان میں محض چلنے کی آرزو ریغاتی رہ جاتی ہے۔ وہ اپنے کھیت کو پسند نہیں کرتے جہاں کبھی کسی دو شیزہ نے بوسانہ بولیا ہو اور جس میں امن نہ آگتا ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ ہیر و شیما اور ناگا سا کی جیسے واقعات نہ دہرائے جائیں۔ جواز جعفری کہتے ہیں کہ اگر آج ہم سرحد پار لئے والوں سے محبت سے پیش آتے ہیں تو اس کی وجہ ہیر و شیما اور ناگا سا کی کے ایٹھی دھماکے ہیں۔ کیوں کہ ان کی تباہ کاریاں ہمیں آج بھی امن کا پیغام دیتی ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری کی اس نوع کی اہم نظموں میں ”اٹل بھاری واچپائی“ کے لیے ایک نظم، ”خواب اور ہتھیار“، ”جنگ کے پار ایک اور جنگ“، ”میرے ایشیا“ اور ”جنگجوؤں کے دل نہیں ہوتے“ زیادہ ہم ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جواز جعفری زمین کے کسی خاص نکلوے اور کسی خاص قوم کے لیے امن کی خواہش رکھنے کے بجائے تمام انسانوں اور سارے سیارے کے لیے امن اور محبت کے طلب گار ہیں۔ گویا وہ پوری دنیا کے شہری ہیں اور کائنات کو اپنا خاندان سمجھتے ہیں۔ جواز جعفری کی جنگ خلاف فکر کے پس منظر میں ان کی انسانیت کے لیے بے پناہ محبت کا فرمان نظر آتی ہے۔ یہ محبت کی طاقت ہی ہے جو جنگوں اور ہتھیاروں کے سامنے صفاتی کرنی کرتی ہے۔ جنگی سوچ اور جنگی عزم کے خلاف اور امن کے حق میں لکھی گئی ڈاکٹر جواز جعفری کی نظموں کے بارے میں منو بھائی نے ایک اہم بات کرتے ہوئے کہا کہ جواز جعفری کی دردناک اور فکر افروز نظمیں اب تک دریافت ہونے والے زندگی کے واحد سیارے کے اُن انسانی مسافروں کے جذبات اور خیالات کی نہایت حقیقت پسندانہ ترجمانی کا قابل تدریف یہ نہ ادا کرتی ہیں جو کار و بار حیات کے سلسلے میں یا اپنے محبت کرنے والوں سے ملاقات کے لیے یا رنگ و بو، صوت و آنگ اور علم و آگہی کی نئی دنیاوں کی سیر کے لیے زندگی کے سفر پر نکلے ہیں مگر ان کے مسافر طیارے زبردستی

(موت کا ہاتھ کلائی پر ہے، ص: ۲۹)

اس نظم میں شاعر نے پاکستان کے موجودہ حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے امن کا خواب دیکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے ملک کی مٹی کو پسندیدہ ممالک میں زیرِ مبادلہ کمانے کے لیے برا آمد تو کیا جا سکتا ہے لیکن یہاں کے غریب لوگوں کو امن نہیں دیا جا سکتا۔ اسی لیے ڈاکٹر جواز جعفری زمین کے نئے جنم (متبدل دنیا) کا خواب دیکھتے ہیں۔ وہ ایسی مہذب دنیا میں رہنا چاہتے ہیں جہاں جنگ منوع ہو، جہاں جعفرانیٰ حد بندیاں اور زمین کی تہہ میں بچھے بارود کی بو نہ آتی ہو۔ اس حوالے سے ڈاکٹر جواز جعفری اختر شیرانی سے اگلی فکر کے شاعر نظر آتے ہیں جو ایسے دلیں اور ایسی فضا میں رہنا پسند کرتے ہیں جہاں امن، محبت اور خوشحالی کا گھوارہ ہو جہاں حسن کے جلوے ہر سو اپنی رنگینیاں بکھیر رہے ہوں۔ جواز جعفری اور اختر شیرانی کی دنیاوں میں ایک نمایاں فرق یہ بھی ہے کہ اختر شیرانی موجودہ دنیا کی بد صورتیوں اور مسائل سے بھاگ کر کسی سر بز جنگل، پہاڑ کی چوٹی یا مترنم چشمے کے کنارے اپنی محبوبہ سمیت ڈیرے ڈالتے ہیں جب کہ ڈاکٹر جواز جعفری بھاگنے والوں میں سے نہیں ہیں۔ انھوں نے اپنی موجودہ دنیا سے دنکش ہو کر فرار حاصل کرنے کے بجائے اسی کو ہتھیاروں اور جنگوں سے پاک کر کے اسے قابل رہا۔ بنانے کی بات کی ہے اور اس مقصد کے لیے وہ لشکروں، اسلحہ سازوں اور اسلحہ فروشوں سے ٹکرانے کے لیے بھی تیار نظر آتے ہیں۔ ان کا یہ رؤویہ دراصل زندگی اور زمین سے محبت کا اطمینان ہے۔ فیض صاحب اپنے محبوب سے پہلی سی محبت نہ مانگنے کا مطالبہ کرتے ہیں، ساحر لدھیانوی

انوکھے لیے گئے ہیں اور جو یہ بھی جانتے ہیں اور دیکھ رہے ہیں کہ ولڈ ٹریڈ سینٹر کے ٹاؤن ہوں اور پینٹا گان کے قلعے سے ٹکرانے والے ہیں۔ ایسے لمحوں کی سوچوں کا یہ ریکارڈ ان سب لوگوں کے کام آسکتا ہے جو امن اور انصاف کے گھونسلوں کی عافیت چاہتے ہیں۔

بیسویں صدی کی آٹھویں دہائی میں منظر عام پر آنے والے اس نظم نگارنے اپنے جذبات و احساسات کی تجھیم نئے تناظر میں کی ہے۔ انھوں نے نثری نظم نگاری کی روایت کو اپنی نئی فکر سے وسعت دی ہے اور اپنے ایمجز کی فراوانی سے نظم کے کیوس پر اپنی داخلی کیفیات سے نئے اسلوب کی راہ ہموار کی ہے۔ ان کی نظمیں گہرے دکھ اور جذبے کی ریاضت کے بعد وجود میں آئی ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے جنگ کو موضوع بنانا کرنے کے خلاف اپنا احتجاج اس انداز میں پیش کیا ہے کہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ انھوں نے اردو نظم کو نئے لمحے سے آشنا کر دیا ہے۔ ان کی شاعری رزمیہ موضوعات کو سمیٹتے ہوئے حقیقت سے خوابوں کی طرف سفر کرتی ہے۔ خواب جواز جعفری کی نظریہ شاعری کا ایک اہم استعارہ ہے۔ ہم ایک ایسے معاشرے کے باشندے ہیں جہاں لوگ خوابوں سے دستکش ہو چکے ہیں مگر جواز جعفری اس بے خواب معاشرے کو ایک بار پھر خوابوں کی طرف بلارہے ہیں۔ ایک عرصے بعد اردو نظم کو ایک خواب گر شاعر ملا ہے جو صرف خود خواب نہیں دیکھتا بل کہ اپنی خواب آنے والی نسل کی آنکھوں میں خواب کاشت کرنے کا آرزو مند بھی ہے۔ شاعر خوابوں سے چھپڑ جانے والے معاشرے میں خواب گری کا فریضہ انجام دے رہا ہے۔ یہ خواب محبت، امن اور زندگی کی بیقا کا خواب ہے۔ جواز جعفری کی نظمیں تہذیبوں کی مرگ کا نوحہ، اٹھی عراکم اور انسانیت کش اعمال پر عمل لگتی ہیں۔ نظم ”میں الگی نظم قید خانے میں لکھوں گا“، ملاحظہ ہو:

### جنگ کا نفع

نفرت کی کھیتی میں جڑ پکڑتا ہے

مجھے جنگ سے نفرت ہے

بے شک میری فتح یقینی ہی کیوں نہ ہو

مجھے جری ہجرت

اور کیپیوں سے نفرت ہے

کیمپ میری آنکھوں سے باہر جھاٹکتے ہیں  
میں امن  
اور مکمل آزادی کی کھوج میں ہوں  
میری کھوج مجھے آنکھ مارتی ہے  
میں امن کے ساتھ ہوں

(موت کا ہاتھ کلانی پر ہے، ص ۱۱۱):

ڈاکٹر جواز جعفری کی شاعری جنگ مخالف روایوں سے بھری ہوئی ہے انھوں نے اپنی نظموں میں انسانیت کا درس دیا ہے کیوں کہ جنگیں تباہی اور نفرت کی علامت ہیں اور امن، محبت اور خوشحالی کا ضامن ہے۔ اردو نظم کا معاصر پاکستانی دور دیکھا جائے تو ڈاکٹر جواز جعفری اس حوالے سے منفرد نظر آتے ہیں کہ انھوں نے جنگ مخالف نظموں کی باقاعدہ روایت قائم کی ہے۔ جنگ میں فتح کسی طور بھی فتح نہیں ہو سکتی۔ جواز جعفری جنگ کو تہذیب کے خلاف بغاوت قرار دیتے ہیں اور وہ جنگ کے بجائے تہذیب و تمدن کے طرف دار ہیں۔ صرف مسلط کی گئی جنگ میں مزاحمت کے حامی ہیں۔ مزاحمت بھی وہ جو تہذیب و تمدن، انسانی تہذیبی حاصلات، انسانی زندگی اور انسانی شرف کو بچانے کے لیے کی جائے۔ جواز جعفری کا حب الوطنی کا تصور بھی قدرے مختلف ہے وہ جنگی سرگرمیوں کو حب الوطنی کے متافی سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک اپنے ہم وطنوں، پرندوں، فصلوں، درختوں اور اثاثوں کا تحفظ حب الوطنی ہے۔ جنگ ان سب کو ملیا میٹ کر دیتی ہے۔

ڈاکٹر جواز جعفری کی نظمیں جنگوں کے پس منظر، واقعات کا بیان، سپاہیوں کو خراج تحسین اور اسباب جنگ کو بیان نہیں کرتیں بل کہ ان میں جنگ اور تھیاروں سے نفرت، زندگی سے وفاداری اور معاشرتی تدریوں کی بے شتابی کا احساس اور جارح مزاجی کی مذمت کی گئی ہے۔ میں محبت ڈاکٹر جواز جعفری کا شاعر ہے وہ اپنے مزاج کے اعتبار سے امن اور صلح پسند واقع ہوئے ہیں۔ اس لیے ان کی شاعری کو نہ تورزمیہ شاعری کا نام دیا جاسکتا ہے اور نہ ہی رزمیہ بیانیہ شاعری قرار دیا جاسکتا ہے۔ ان معاشروں کے شاعر رزمیہ لکھتے ہیں جہاں جنگ پرستی کا ٹکچر موجود ہوا اور میدان جنگ سجناء، جنگوں میں جان دینا اور دوسروں کی جان لینا، شہر جلانا اور انسان

میں اسے تھوکنا چاہتا ہوں!

(موت کا ہاتھ کلائی پر ہے، ص: ۱۰۲)

ڈاکٹر جواز جعفری کا امن سے رشتہ اتنا گہرا ہے کہ ملکی اور عالمی جنگ اور جنگی عزم کی سخت مذمت کرتے ہیں۔ وہ معاشرے میں پھیلی ہوئی افرافری، انتشار اور دہشت گردی سے جب بیزار ہو جاتے ہیں تو کسی تبادل دنیا کا خواب دیکھتے ہیں جہاں زندگی امن، محبت، صلح اور سلامتی سے گزاری جاسکے۔ ایسے جذبات و احساسات کی عکاسی کرتی ہوئی نظموں پر مشتمل ڈاکٹر جواز جعفری کا دوسرا نظمیہ مجموعہ ”تبادل دنیا کا خواب“ ۲۰۱۸ء میں فکشن ہاؤس لاہور سے شائع ہوا۔ اس مجموعے میں شامل تمام نظمیں ان کے پہلے مجموعے کا تسلسل ہیں۔ اس مجموعے کی نظموں میں بھی انہوں نے سکولوں پر حملہ کرنے والوں اور عالمی امن کے چہرے پر بارہ و پھینکنے والوں کی شدید مذمت کی ہے۔ انہوں نے نائن الیون کے بعد پاکستان، افغانستان، عراق، یمن اور لیبیا سمیت عرب ممالک پر ہونے والے ظلم کی نہایت عمدہ اور جاندار تصویر بنائی ہے۔

ملکی اور بین الاقوامی جنگوں نے اس دنیا کا نقشہ ہی بدلتا ہے اس لیے جواز جعفری تبادل اور نئی زمین کا خواب دیکھتے ہیں جہاں امن کی فاختہ پرواز کرتی ہے۔ جہاں بچے بغیر خوف کے مسکرا سکیں، جہاں پرندوں کے ساتھ آسمانوں پر ڈرونز پرواز نہ کرتے ہوں، جہاں زیتون کی شاخوں سے دھوان نہ اٹھے، جہاں لوگ کسی نامعلوم میزائل کے سامنے میں زندگی بسر کرنے پر مجبور نہ ہوں اور جہاں لوگوں کی فطرتی موت کے حق کا احترام کیا جاتا ہو۔ وہ انسانیت کے مستقبل کو حفظ نہیں سمجھتے اس لیے انہوں نے نائن الیون کے بعد بدلتی ہوئی صورت حال کو اپنی شاعری میں سمیٹا ہے۔ ان کی عالمتی نظم ”دنیا کا چراغ ہوا کی زد پر ہے“ ملاحظہ کیجیے:

دنیا کا چراغ

ہوا کی زد پر ہے

دنیا کی تباہی میں

میرا کوئی کردار نہیں

جنگ کے سوداگر

دنیا کا انعام قریب لے آئے ہیں

کے تہذیبی اثاثوں کو برپا کرنا قابل فخر اور شجاعانہ روؤی سمجھا جاتا ہو۔ ایسے معاشرے میں لڑنا کیریئر تصور کیا جاتا ہے اور شاعر انسانیت اور تہذیب انسانی کی برپا دی کو جگی کارنا مے قرار دے کر انھیں آنے والی نسلوں کے لیے قلم بند کرتے ہیں، مگر ڈاکٹر جواز جعفری نے جنگی ترانوں اور رزمیوں سے لتعلقی کا اظہار کیا ہے۔ ان کی شاعری میں افسوس، غم، غصہ اور جنگ سے متعلق نفرت کے جذبات پائے جاتے ہیں۔ نظم ”امن اور محبت میرے لیے منوع ہیں“ دیکھیے:

امن اور محبت

میرے لیے منوع ہیں

محبہ اردو گرد سے نفرت کا

تو می فریضہ سونپا گیا ہے

جسے میں پوری دیانتداری

اور حب الوطنی کے ساتھ انعام دے رہا ہوں

میری آنکھوں میں خوف

اور پاؤں سے زندان بندھا ہے

محبہ روشنی

اور تازہ ہوا سے دور کھا جا رہا ہے

میں ایسے شہر کا باشندہ ہوں

جس کے مقدار میں ہندرہونا لکھا ہے

میری بانجھ مٹی میں

آزادی کا پودا جڑنہیں پکڑتا

میں حالتِ جنگ میں

گھوڑے کی پیٹھ پر پیدا ہوا

اور مجھے تلوار کی دھار سے ھٹتی دی گئی

جو میری زبان کو

بڑوں تک تلخ بنائے رکھتی ہے

میں ملتی ہوئی تہذیب کا نوح گرہوں  
دنیا کے وجود سے خون رستا ہے  
اسے منتوکی ضرورت نہیں  
پرانے سکے فرسودہ ہور ہے ہیں  
میری دنیا  
نامعلوم میزائل کی زد پر ہے!

(متداول دنیا کا خواب، ص: ۱۵۳)

ڈاکٹر جواز جعفری جانتے ہیں کہ شاعری کتنی طاقتور ہے اس لیے انھوں نے شاعری کے ذریعے یہ کردار نبھایا ہے۔ وہ دنیا کو مستقبل کی تباہی سے بچانا چاہتے ہیں تاکہ حکمران جنگی عزم ترک کر کے جنگی آلات اور جو ہری ہتھیاروں کی دوڑ اور مقابلے سے باہر نکل آئیں یہ سب انسان کی تباہی کا سامان ہے۔ وہ بندوق اور بارود میں لپٹنے والوں سے امن کے پیامبر اور سفیر کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ جواز جعفری ایک ایسے ترقی پسند اور انسان دوست نظم نگار ہیں جن کی مزاحمتی سوچ میں انفراد ہے، ان کی نظمیں محبت اور امن کا استعارہ ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری کی جنگ مختلف نظموں کے عالمی زاویے کو ابھارتے ہوئے ڈاکٹر اصغر ندیم سید کا کہنا ہے کہ جواز جعفری نے تو صرف اس ظلم کی تصویر بنائی ہے۔ یہ نظمیں اُس عالمی مزاحمتی تحریک کا حصہ بن گئی ہیں۔ پاکستان، افغانستان، عراق اور عرب دنیا میں نائن الیون کے بعد جو کچھ ہوا ہے جن جن ناموں پر ہوا ہے۔ اُسے شاعرانہ بصیرت اور شعری جماليات کے ساتھ جواز جعفری نے روایت کا حصہ بنادیا ہے۔ سب سے اہم بات ان نظموں میں امن کی خواہش کو پرچم بنا کر مرثیہ کہنے کے بجائے جرأت بہادری اور انسانی تدریوں کو ڈھال بنا کر خوبصورت دنیا کے مستقبل کی نوید دی ہے۔ بہت آسان تھا شاعر نوح گری کر کے فارغ ہو جاتا۔ عالمی شاعروں کے مزاج کی نمائندگی کرتے ہوئے جواز جعفری نے شاعرانہ طرز احساس کے ذریعے صورت حال کا مقابلہ کیا ہے اور شاید دشمن کو بارود کے جواب میں بہتر انتقام یہ ہے کہ اُسے گلاب کا پھول پیش کیا جائے۔

ڈاکٹر جواز جعفری کی غیر عروضی نظمیں میں انسان دوستی اور محبت خوبی بن کر پھیلتی ہے۔ انھوں نے اپنی تازہ نظمیں پورے خلوص اور دیانت سے کہی ہیں۔ انھوں نے شہیدوں

کے لیے نوح گری کے بجائے اچھے موسموں کی تلاش کی ہے۔ انھوں نے آرلنڈ کے شاعری مس ہین کی طرح مرنے والوے دوستوں کے نوح لکھنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ وہ ظالموں کے چہروں سے نقاب اتارتے ہیں۔ دنیا کا حسن تباہ کرنے والوں کو لکھا رہتے ہیں اور زندگی اور تہذیب کی طرف داری کا اعلان کرتے ہیں۔ وہ امن پسند ہیں اور کسی بھی حالت میں جنگ کی کسی بھی شکل کی حمایت نہیں کرتے۔ وہ اپنی محبوبہ کے کابل کی روشنائی سے امن کے معاهدے لکھنے کی بات کرتے ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے آئینوں کی طرح بکھر تے شہروں کو موضوع بنایا ہے، گھروں کی خوشحال زندگی کی طرف پیٹھ کر کے محاذ جنگ کی طرف جاتے سپاہیوں کی جذباتی زندگی کو پیش کیا ہے، لاشوں کے ڈھیر سے گمشدہ دوستوں کے لاثے تلاش کرتی پر نم آنکھوں کی ادائی شیشہ کی ہے اور مورچوں میں پیٹھ کر امن کی نظمیں لکھنے سپاہیوں کی زندگی کو پیش کیا ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری کسی بھی صورت میں مایوس نہیں ہوتے، وہ ملے کے ڈھیر پکھڑے ہو کر بھی اچھے دنوں کی تمنا کرتے ہیں۔ وہ کسی بھی قیمت پر کسی لشکر کی تحسین نہیں کرتے۔ وہ ہتھیاروں کے مقابلے میں اپنے دشمن سے کم نفرت کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ ایسے انسان ہیں جو اپنے دشمنوں سے بھی محبت کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ نظم ”میں پیشہ و رقتاہوں سے دور کھڑا ہوں“ اس کی عمدہ مثال ہے:

میں

امن کا حرف گرہوں  
اور ہتھیاروں کے مقابلے میں  
اپنے دشمن سے کم نفرت کرتا ہوں  
مجھے ان سے نفرت ہے  
جو خون بہانے والوں میں  
تمخے بانٹتے ہیں  
اور شہر جلانے والوں کی  
پیٹھ ٹھونکتے ہیں!  
میں زمین پر

زیتون کے پیڑ بوتا ہوں  
اور پیشہ ورقاتلوں سے دور کھڑا ہوں  
ہتھیار چلانے والے  
شاید بھی انسان بھی رہے ہوں گے؟  
وہ گاتے ہوئے شہر کا  
گلا گھونٹتے ہیں  
اور اس سرز میں کو  
راکھ کا ڈھیر بنے کا خواب دیکھتے ہیں  
جو فاختاؤں کا  
آخری ٹھکانہ ہے!

(متداول دنیا کا خواب، ص: ۲۲)  
ڈاکٹر جواز جعفری کی نظموں میں خود کش بمباروں کی مذمت کے علاوہ دنیا کے متعدد  
ممالک پر قابض عسکریت پسندوں کا ذکر ملتا ہے جنہوں نے عالمی امن کے چہرے پر باردو  
پچینک دیا ہے۔ انہوں نے کشمیر، افغانستان، شام، حلب، عراق، پاکستان، فلسطین، یمن اور دیگر  
علاقوں میں ہونے والے ظلم و بربریت کے خلاف آواز اٹھائی ہے۔ جواز جعفری ظالموں میں  
فرق کرتے ہیں اور نہ ہی مظلوموں میں۔ انہوں نے انسان دوستی کے پلیٹ فارم پر کھڑے ہو کر  
ہر ظالم کی مذمت کی ہے اور مظلوم کا تعلق کسی بھی رنگ و نسل اور سیاسی نظریے سے ہو انہوں نے  
اس کے حق میں آواز بلند کی ہے۔ وہ ظالم کے خلاف ہیں خواہ اس کا نام اور شکل کوئی بھی ہو اور وہ  
مظلوم کے حامی ہیں بے شک وہ ان کا جانی دشمن ہی کیوں نہ ہو اور یہ دشمن انھیں انسان دوستی کے  
فلسفے نے بخشندا ہے۔ گویا وہ چہرے دیکھئے بغیر ظالم کی مذمت کرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ اس حوالے  
سے ڈاکٹر جواز جعفری کی نظم ”میں اپنے علم کا پھریر ابدل رہا ہوں“، ملاحظہ کیجیے:

میرے پیڑ کی شاخ سے  
آخری فاختہ بھی اڑ گئی  
اور میں برسی گولیوں کی باڑھ پر

خالی ہاتھ رہ گیا  
میں مجاز جنگ پر ہوں  
اور اپنے خالی سرہانے کو  
رجگوں کی روئی سے بھر رہا ہوں  
مجھے بارہ مولا میں  
دو گزر میں کاٹکر ادرکار ہے  
تاکہ میں آسودگی سے مر سکوں

(متداول دنیا کا خواب، ص: ۱۳۳)

ڈاکٹر جواز جعفری نے اپنی نظموں میں عالمی حالات کی عکاسی کی ہے لیکن سب سے  
زیادہ انہوں نے کشمیر کی وادیوں اور شہروں کا امن تباہ کرنے والوں کی مذمت کی ہے۔ ڈاکٹر جواز  
جعفری سے پہلے شاید ہی کسی شاعر نے کشمیر کو اس قدر شعری انہاک سے موضوع بنایا ہو۔ وہ  
کشمیر کے شہروں کے نو ہے نہیں لکھتے بل کہ اس کا حسن تباہ کرنے والوں کے خلاف سراپا احتجاج  
ہیں۔ انہوں نے کشمیر کے متعدد شہروں کے نام اپنے مصروعوں میں لیے ہیں۔ اس کی مثال کے  
لیے نظم ”مجھے زخمی پرندوں کی عیادت کرنے جانا ہے“، ملاحظہ کیجیے:

سری نگر کے شہاں میں  
میں اپنا ایک پاؤں  
جنگ کے تاوان میں دے آیا ہوں  
مجھے جھیل ولر کے کنارے پھل بانٹتے پیڑوں سے  
زخمی پرندوں کی عیادت کرنے جانا ہے!  
رات کے آخری پہر  
میں نے جلے ہوئے درختوں  
اور مردہ چہروں کو  
اپنی آنکھوں میں بھرا  
اور حلب کے نواح میں

زخمی پرندوں کے حنوٹ شدہ گیت سننے چل دیا  
بوڑھانیل

میرے راستے کونٹنے لگا

(متداول دنیا کا خواب، ص: ۱۰۸)

اسی طرح کی ایک اور نظم "میں اپنی زمین کا ترانہ ایجاد کروں گا" کا یہ گلزار املا حظہ ہے:

حلب سے جلاوطن ہوتے سے

ایک زخمی پرندہ میرے پاؤں میں آگرا

میں نے اسے سرخ ہوتی پتی میں چھپا لیا

غیریب الوطنی کی ڈھلتی شام میں

میں اس سے

واپسی کا راستہ معلوم کروں گا

اور اس کی درد بھری چہکار سے

یر غمال بنائی گئی زمین کا ترانہ ایجاد کروں گا!

(متداول دنیا کا خواب، ص: ۱۳۹)

ڈاکٹر جواز جعفری کی نظموں میں جنگ اور جنگی حالات کی وجہ سے ہونے والے بے گھر افراد کا ذکر عام ملتا ہے۔ انھوں نے اپنی نظموں میں مہاجرین اور پناہ گزیں کیمپوں کے حالات بیان کیے ہیں۔ جنگ سے بر باد زندگی کا شاید ہی کوئی پہلو ہے جواز جعفری کی نظم نے جس سے اعتناء کیا ہو۔ جنگ سے تباہ حال شہر، لاشوں کے ڈھیر، اجتماعی قبریں، تہائی کی زد پر زندگیاں کرتی جوان عورتیں، پناہ گزیں کیمپوں کے مسائل، خیرات پہ پلتے بچے، خوشحال ملکوں میں پناہ کی غرض سے روایں دوال مہاجر تھے، کیمپوں کی زندگی کے دوران گھروں کو لوٹنے کی تمنا میں اوپنگے انسان یہاں زندگی کا ہر روپ دیکھا جا سکتا ہے۔ نظم "پناہ گزیں کیمپ میرا منتظر ہے" ایسے موضوعات کی ایک مثال ہے:

موت کے خوف سے

میرے وجود میں بہتی اشتما کی ندی

بُجْرِیت میں بدل گئی

عرصہ ہوا

میں ان گلابی ہتھیلیوں کے نمک کا ذائقہ بھول بیٹھا ہوں

میرا دل حلب کی سماں گلیوں کی طرح

ویران ہے

جہاں موت

ابدی نیند سوئے بچوں کے گھواروں کے نزدیک

فخر کا جشن مناتی ہے

میں بچوں سے بھری ایک کشتی دیکھتا ہوں

جو موجودوں کی زد پر

مسافت کا جتن کرتی ہے

(متداول دنیا کا خواب، ص: ۱۲۳)

ڈاکٹر جواز جعفری نے اس نظم میں سری نگر اور نینوں کے چہرے پر بارود ملنے والوں کی مذمت کی ہے اور وہاں کے مکینوں کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا ہے۔ ان کا دل دکھی اور زخمی رہے ہیں۔ لوگوں پر جنگ مسلط کرنے والے انسانیت کے دشمن ہیں۔ انھوں نے سری نگر میں بھارتی فوج کے ہاتھوں عورتوں کی عصمت دری کے واقعات کی بھی مذمت کی ہے۔ نظم "میرے کھیت اور بارودی سر نگیں" دیکھیے:

اجنبی چہرے

اپنی پوری طاقت سمیت

میرے سری نگر میں اتر آئے ہیں

تا کہ میری زمین کو یر غمال بنالیں

اور میری عورتوں کی دو شیزگی

چڑالیں!

روانہ ہو گیا!

(تبادل دنیا کا خواب، ص: ۷۰)

ڈاکٹر جواز جعفری نے اس نظم میں کشمیر کے شہر بارہ مولا میں خون کی ہوئی کھینچنے والوں کی سخت الفاظ میں مذمت کی ہے۔ جہاں انھوں نے سری نگر، بڑا گام، بارہ مولا کے حالات کی عکاسی کی ہے وہاں انھوں نے حلب کے حالات کی بھی تصویر کشی کی ہے۔ نظم ”زیتون کی شاخوں پر پھول آنے سے پہلے“، کا یہ لکھا دیکھیے:

میرا خون

بارہ مولا کی سڑک پر دوڑنے کے لیے بیتاب ہے!  
جلاد طنی سے واپسی پر  
میں نے حلب میں اپنے صحن کی جگہ  
ایک قبر دریافت کی  
لاشیں گنتے گئے میری انگلیاں  
کم پڑنے لگی ہیں

(تبادل دنیا کا خواب، ص: ۵۲)

اسی نوع کی ایک اور نظم ”میرے حصے کی عورت تہائی کی زد پر ہے“، ملاحظہ کیجیے:  
جنازے اٹھاتے اٹھاتے  
میرے شانے شش ہو گئے  
میں غرہ کا  
آخری جنازہ بردار ہوں  
میں حلب کے اجل رسیدہ پرندوں کا  
عزادار ہوں  
میں موصل کے کاٹ دیے گئے پیڑوں کا  
نوجہ گر ہوں  
میں یمن میں جلا دیے گئے سبزے کا

انھوں نے میرا نیوا

ریزہ ریزہ کر دیا ہے

اس کے پھرلوں سے وہ اپنی فصلیں

آسمان تک بلند کریں گے

وہ میری خوشحالی چرانے کے لیے

میرے کھیتوں میں بارودی سرنگیں

کاشت کرتے ہیں

وہ پکتیکا کے پھوکوں کو بھکاری بنانے آئے ہیں

تاکہ ان کے اپنے بچے

دستِ سوال کی مذامت سے بچ جائیں

وہ ہم پر جنگِ مسلط کر رہے ہیں

تاکہ ہم ان سے امن

اور زندگی کی بھیک مانگیں

(تبادل دنیا کا خواب، ص: ۱۵۵)

ڈاکٹر جواز جعفری نے کشمیر کے شہروں کا امن تباہ کرنے والے درندہ صفتِ حاکموں کے خلاف آزاد بلند کی ہے۔ انھوں نے اس نظم میں کشمیر کے علاقے بڑا گام کا ذکر کیا ہے، نظم ”جنگ کے دنوں میں محبت“، اس کی اہم مثال ہے:

بڑا گام کی گلیوں میں

موت سائے کی طرح میرا بیچا کرتی ہے

میں اس س�ہرے جسم کی پناہ ڈھونڈتا ہوں

تاکہ مرنے کے بعد ہمیشہ زندہ رہ سکوں

میں نے اپنا آنے والا کل

اس سنہرے بدن کی ناف کے نیچے چھپا دیا

اور مجاہِ جنگ کی طرف

مرشیہ خواہ ہوں  
میں کشمیر کے دم توڑتے دریاؤں کا غمگار ہوں

(تبادل دنیا کا خواب، ص ۲۷)

ڈاکٹر جواز جعفری نے صنعاء، غزہ، موصل، پلٹیکا، حلب، حمص اور سری نگر جیسے شہروں کو شعری متن کا حصہ بنانے کا ہمیشہ کے لیے زندہ کر دیا ہے۔ جنگ کے بعد یہ شہروں کو بارہ آباد ہو جائیں گے اور لوگ ان کے ادھرے ہوئے جسموں کو بھول جائیں گے مگر جواز جعفری کی نظموں میں ان کے وجود سے ہمیشہ خون رستا رہے گا اور یہی ان کا تخلیقی مجذہ ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے ان پاکستانی علاقوں کا ذکر کیا ہے جو دہشت گردوں کی لپیٹ میں رہے جہاں معصوم لوگوں کو بارود سے اڑا دیا گیا۔ انہوں نے اپنی نظموں میں میرا شاہ، میر علی، ہنکو، پشاور اور لاہور کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی شہروں دمشق، بغداد، غزہ وغیرہ کے سکتے ہوئے لوگوں کے حالات بھی نظم کیے ہیں۔ نظم ”میری پانچویں سمسمی مسماں کر دی گئی“ کا یہ لکھا دیکھیے:

دمش سے

میرا شاہ تک پہلی آگ

ہمارے نشانِ مثار ہی ہے

میں پشاور کے جلتے ہوئے نواح میں

اپنی زرد پیشانی پرقلِ مکانی کا گیت لکھ رہا ہوں!

(تبادل دنیا کا خواب، ص ۲۵)

ڈاکٹر جواز جعفری نے عالمی حالات کی عکاسی کرتے ہوئے سری نگر سے غزہ تک کی صورت حال پر نظر رکھی ہے۔ اس حوالے سے نظم ”میرے پاس خوابوں کے سوا کچھ نہیں“ کے یہ مصرع دیکھیے:

میرے سامنے موت

اور تعاقب میں دشمن ہے

میں

سمندر میں راستہ بناتا ہوں

غزہ سے سری نگر تک پہلی میرے جوان  
جسے تراشنے کی عمر میں  
پھر وہ جنگی گاڑیوں کو نشانہ بناتے ہیں  
وہ نئے عہد کی جنگ  
قدیم ہتھیاروں سے لڑ رہے ہیں  
(تبادل دنیا کا خواب، ص ۲۳)

پاکستان کچھ سالوں سے دہشت گردی کا شکار رہا ہے۔ اس منظر کی عکاسی کرتی ہوئی نظم ”میرے پہاڑ میری حفاظت سے قاصر ہیں“ کا یہ لکھا دیکھیے:

صنعت کی گلیوں میں پرندوں کی جگہ گولیاں اڑتی ہیں  
وہ کندھوں پر میزائل رکھے  
شہر کے مرکزی دروازے تک آپنچے ہیں  
تاکہ میرا چہرہ  
وجہ میں بہادریں  
وہ دن بھی تھے  
جب میں میرا شاہ کے نواح میں  
اپنے کھیتوں میں روشنی کا شست کرتا تھا  
اب یہاں تاریکی کی فصل اُگتی ہے  
وہ ہمارے صنوں میں  
نفاق بونے آئے ہیں  
تاکہ ہم منتشر ہو جائیں!

(تبادل دنیا کا خواب، ص ۲۱)

ڈاکٹر جواز جعفری نے مقامی، ملکی اور بین الاقوامی جگگوں، دہشت گردی کے واقعات اور مقبوضہ علاقوں کا ذکر اپنی نظموں میں بلا تفریق رنگ، نسل، زبان، مذهب، عقیدہ، فرقہ، جغرافیہ اور ثقافت کے کیا ہے۔ جن عالمی دہشت گرد طاقتوں نے دنیا کا امن تباہ کیا ہے جواز جعفری ان کی

نمذمت کرتے ہیں۔ ان عالمی دہشت گروں نے افریقہ اور لاطینی امریکہ میں بدامنی پھیلانے کے ساتھ ساتھ کشمیر، فلسطین، الجزاير، ویتنام، بوسنیا، افغانستان، عراق، لیبیا، مصر، شام، یمن اور شام میں مصوم لوگوں کا قتل عام کر کے بدامنی پھیلا رکھی ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے مقامی، ملکی اور غیر ملکی علاقوں اور شہروں کا ذکر اپنی نظموں میں کیا ہے۔ انھوں نے نہ صرف میراث شاہ، لاہور، پشاور، ہنکو اور دیگر پاکستانی علاقوں کے مسائل کو بیان کیا ہے بلکہ صنعا، دمشق، حلب، باہل، سری نگر، راس لعین، کوبانی، نزل، داریا، بغداد، رمادی، غزہ، یمن، موصل، بارہ مولا، بڈگام، ہرات، نیونا، پکتیکا، پلوامہ، حص، بد خشان، درملہ کے جنگی حالات کا ذکر بھی کیا ہے۔ یہی وہ منظر نامہ ہے جو ان کی نظم کو عالمی زاویہ عطا کرتا ہے اور دنیا بھر کے قارئین کے لیے قابل مطالعہ بناتا ہے۔

ڈاکٹر جواز جعفری نے اپنی جنگ مخالف نظموں کے مصروعوں میں عالمی اور مقامی ادبیوں کے نام بھی شامل کیے ہیں۔ انھوں نے جاوید شاہین، لورکا، پالبوزرودا، سیلما لنگروف، گبریامسٹرال، ٹریس، پٹس مینی، یارکوس، ادوینس، شولخوف، محمود رویش، زاہد ڈار، اختر حسین جعفری، ناصر کاظمی، کنزابرو او، بودلیزرا اور منشو کے ناموں کو اپنے متون میں گوئندھا ہے۔

جنگ کے خلاف رو عمل دراصل جواز جعفری کے ضمیر کی آواز ہے۔ انھوں نے جنگ کے خلاف قلم اٹھا کر انسان کی آزادی اور جینیے کے حق کا مطالبہ کیا ہے۔ شاعر کے اندر اعلا انسانی اقدار موجود ہیں اس لیے وہ جنگ اور جنگجوؤں کی مخالفت کرتے ہیں۔ اس پہلو کو انھوں نے ایک نظریے کے طور پر بیان کیا ہے۔ وہ اپنی تمام نظموں میں تہذیبوں کو مٹانے والوں، جنگجوہ نہیں اور مہلک ہتھیاروں کے خلاف لڑتے دکھائی دیتے ہیں۔ ان سے قبل شعراء نے جنگ کے بعد جنگی تباہ کاریوں پر لکھا ہے جب کہ جواز جعفری کی نظمیں اس لیے نئے تناظر کی حامل ہیں کیوں کہ انھوں نے جنگ سے پہلے جنگ کے خلاف لکھا ہے۔ یہ یکسر نئے تناظر کی شاعری ہے۔ انھوں نے جنگ کے بعد بر بادی کے نوچ نہیں لکھے بلکہ جنگ سے پہلے جنگجوؤں اور ہتھیاروں کی مزاحمت کی ہے۔ ان کی نظموں کی آوازاتی معتبر معلوم ہوتی ہے کہ شاید آنے والے دنوں میں دنیا کی بڑی طاقتیں جو ہری تجربات اور مہلک ہتھیاروں پر پابندی عائد کر دیں۔ اگر زمانہ قبل اسلام میں عربوں کی چالیس سالہ جنگ ایک شاعر زیر بدن ابی سلمی کے ایک قصیدے سے رکھتی ہے تو جواز جعفری کی نظموں کے تیتج میں ایسا کیوں ممکن نہیں؟ وہ ہر لمحہ اپنی شاعری کے ذریعے

جنگ کے خلاف عوامی شعور بیدار کر رہے ہیں۔ جواز جعفری کہتے ہیں کہ انسان دیسے بھی فانی ہے اس لیے اسے ہتھیاروں سے مارنے کی کیا ضرورت ہے۔ ان کی شاعری نہ صرف مزاحمت بل کہ امید و نوید کی علامت ہے۔

ڈاکٹر جواز جعفری کی نظموں میں ہری بھری فصلوں کے جلنے، خوف اور موت کے درمیان زندگی بس رکرتے ہوئے انسانوں کے دکھوں، پریشانیوں اور مجبوروں کے تناظر میں پناہ گزینوں کے کیمپوں میں بھوک سے بلکہ بچوں کی چیختیں سنائی دیتی ہیں۔ اپنے سینے میں عالم انسانیت کا در در کھنے کے باوجود ڈاکٹر جواز جعفری وطن اور قوم پرست واقع ہوئے ہیں انھوں نے راوی، چناب، نیل، دجلہ اور فرات وغیرہ کا ذکر کرتے ہوئے گنگا اور جمنا کا نام نہیں لیا۔ وہ محب وطن اور امانت مسلمہ کا در در کھنے والے شاعر ہیں لیکن وہمن کو بھی محبت کا پیغام دیتے ہیں۔ نظم "میں دشمن سے محبت کر سکتا ہوں" ملاحظہ کیجیے:

ہتھیار بنانے سے کہیں بہتر ہے

ایک دل بنایا جائے

دل

جو محبت کی پروشن کرتا ہے

اور محبت

ہتھیاروں سے نفرت کرنا سکھاتی ہے!

شہر کی گلیوں میں

جنگ جاری ہے

رات ہوتے ہی تو پیش خاموش ہو جاتی ہیں

گمراہی سے پاس لوٹنے کے لیے

کوئی گھرنہیں

میں رات بھر

امن کے گیت تخلیق کرتا ہوں

مجھے بچوں سے روشن گلیوں سے

عشق ہے!

(متبدل دنیا کا خواب، ص: ۸۵)

ڈاکٹر جواز جعفری نے اپنی نظموں میں عورت کا استعارہ امن، خوشی، خوبصورت، محبت زندگی، رونق، آسودگی اور متحرک وجود کے لیے استعمال کیا ہے۔ انھوں نے موضوعاتی نظموں میں خیال، بیان، تمثیل، علامت، تشبیہ اور استعارے بھر پور برتے ہیں۔ ان کی شعری زبان اکیسویں صدی کی اردو نظم کے تقاضے نبھاتی ہے۔ ڈاکٹر سعادت سعید اس حوالے سے لکھتے ہیں:

”جواز جعفری نے اپنی تازہ کارا میجری میں انسانی عدم حفاظت، بر باد خوبی، انسانیت مسماڑی، عورت احتجاجی، شہر مسٹری، امن بلڈوزی، کربلا باز گشتنی، قتل پیشگی، بارود بوئی، ایم گردی، ڈرونز باری، انسانی گمشدگی، محبت متلاشی اور امداد طلبی کے حوالوں سے نظموں لکھنے کے ساتھ آزادی کی طالب کشمیری، فلسطینی، شامی آبادیوں کے نوحوں کا شعری احاطہ بھی کیا ہے۔“

ڈاکٹر جواز جعفری نے نظم کے موضوعات کو وسعت اور انسانیتی تنوع دے کر نئے عہد کا آغاز کیا ہے۔ انھوں نے موضوعاتی اسالیب کی آمیزش اتنی چاکر دستی سے کی ہے کہ غیر عرضی نظم کو ایک بلند پایہ شاعر نصیب ہو گیا ہے۔ انھوں نے اپنے فکر و فون کی آبیاری نئے تہذیبی تناظر سے کی ہے اور گھسی پٹی تراکیب، استعارے اور تلمیحات سے گریز کیا ہے۔ ان کی نظموں میں مختلف علمتوں اور تمثalloں سے تشکیل پانے والے بیانیہ میں ایک ہمہ گیری اور تنوع موجود ہے۔ ان کی نظموں داخی کرب سے آمیز ہو کر مادی معاشرے میں فرد کے جذبات و احساسات کی عکاسی کرتی ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری کے قنی مزاج پر بات کرتے ہوئے ڈاکٹر سعادت سعید کا موقف ہے کہ جواز جعفری کی موضوعاتی شاعری میں خیال، بیان، تمثیل، علامت، استعارہ اور تشبیہ کے سلسلوں کی تازہ کاریاں ان کی شعری زبان کو اکیسویں صدی کی نئی اردو شاعری میں مستعمل زبان کے رو بولے آتی ہیں۔ جواز جعفری کے اس مجموعے (متبدل دنیا کا خواب) میں محبت کے انسانی رشتے اور جسمانی تصورات سے گہری نسبت کا احساس ہوتا ہے۔

ڈاکٹر جواز جعفری کی نظموں کی ایمجری معاصر نظموں سے مختلف ہے، انھوں نے موضوع کے ساتھ ساتھ الفاظ کا پس منظری لحن بھی نیا ایجاد کیا ہے۔ مبارک احمد، افتخار

جالب، انیس ناگی، عبدالرشید، ثروت حسین، افضل احمد سید، ذی شان ساحل، سعادت سعید، جاوید شاہین، سارا شاگفتہ، عذر عباس، تنور انجمن، نسرین انجمن بھٹی اور کشور ناہید جیسے شعراء نے غیر عرضی نظموں کی جس روایت کو فروغ دیا ذاکٹر جواز جعفری کی صورت میں یہ روایت اپنے عروج کو پہنچ پہنچی ہے۔ ان شعراء میں ڈاکٹر جواز جعفری کا انفراد یہ ہے کہ انھوں نے غیر عرضی نظموں اس تسلسل سے کہی ہیں کہ اس بیت کو بے حد مقبولیت ملنا شروع ہو گئی ہے۔ جواز جعفری نے معاصر شعرا کی سائیگی کی پر اس قدر اثرات مرتب کیے ہیں کہ متعدد شعراء نے غیر عرضی نظموں تخلیق کرنا شروع کر دی ہیں۔ انھوں نے نشری نظم کو آج کا مقبول ترین فیشن بنادیا ہے۔ جواز جعفری کا کمال یہ ہے کہ وہ نئی نظموں نے تناظر میں تخلیق کر رہے ہیں۔ نظم ”کاش“ ملاحظہ کیجیے:

کاش

میں ہتھیاروں کے عہد سے پہلے جنم لیتا  
جب دنیا پا  
نسلوں سے آتی آوازوں کا  
راج تھا  
میں بانسری کے ساتھ  
اپنی تہہائی بانٹتا  
اور بلبل کے لیے گیتوں کے  
متن تخلیق کرتا  
لہور نگ ہونے سے پہلے  
زمین کا رنگ کیا تھا؟  
میں پہلا پرچم ایجاد کرنے والوں سے پہلے  
زخموں کے لیے مرہم ایجاد کرتا  
یہ پرچم ہی ہے  
جو جنگ کو ہوا دیتا ہے  
میں اپنا پرچم

پیٹنے والا ہوں!

(متادل دنیا کا خواب، ص: ۱۶۹)

معاصر اُردو نظم نے کئی سطھوں پر اپنے پیش رو نظم نگاروں سے اثرات قبول کیے اس لیے کہنا کہ فلاں شاعرا پنے شعری مزاج کے اعتبار سے نئی آواز کا درجہ رکھتا ہے چونکا دینے والی بات ہے لیکن جواز جعفری نے جو شعریات وضع کی ہیں اس کی کوئی دوسرا مثال منصہ شہود پر نظر نہیں آتی۔ ان کی نظمیں انفرادی تخلیقی ایج کی حامل ہیں۔ ان کے وضع کردہ ایمجز معاصر نظم نگاروں کی نسبت زیادہ وقار اور اعتبار کے حامل ہیں۔ یہ دعویٰ کرنا مناسب ہے کہ ڈاکٹر جواز جعفری معاصر نظم نگاروں کے اثرات قبول کرنے کے بجائے اپنی وضع کردہ نئی شعریات سے معاصرین کو متاثر کر رہے ہیں۔ انہوں نے معاصر آشوب کی صورت گری کرتے ہوئے بھی جمالياتی پہلو نظر انداز نہیں کیے۔ ان کی نظم کا منظر نامہ ایک ملال انگیز واقعیت سے ترتیب دیا گیا ہے۔ انہوں نے نشری نظم کو نئے انداز میں منتقل کیا ہے۔

ڈاکٹر جواز جعفری تخلیقی انہماں میں زندگی بس کرنے والے وہ غیر روایتی شاعر ہیں جنہوں نے نشری نظموں کے پانچ مجموعے ترتیب دیے ہیں اور چھٹا نظمیہ مجموعہ زیر اشاعت ہے۔ ان کے یہاں پابند، معرا، آزاد بیت کا ایک بھی نکٹرا نہیں ملتا۔ جو ہر لحاظ سے غیر معمولی بات ہے۔ ان کے نزدیک نظم سے مراد صرف نشری نظم ہے۔ ان کی جنگ مخالف موضوعاتی نظمیں جدید اُردو نظم میں ایک لاثانی روایت کا نقطہ آغاز ہیں۔ جواز جعفری نے یہ نظمیں انتہائی سہولت سے کہی ہیں کہ جنگ جیسے تین موضوع میں بھی نرمی اور کوملتا کا احساس اجاگر ہوتا ہے۔ نظم "شہر مزاحمت سے چھلنے لگا"، دیکھیے:

وہ

زمین کے آخری کنارے پر بیٹھے  
میرے دن کا سینہ چھیند نے کے لیے  
میزاں بنار ہے ہیں  
زیتون کے باغوں میں  
گولیوں پر ہمارے نام کندہ ہوتے دیکھ کر

چاند کا چہرہ پیلا پڑ گیا!

میں لا ہور کے پرونق بازار میں  
غم میں شرابور ایک عورت کو دیکھتا ہوں  
اس نے اپنی بینائی  
میرے جسم پر مل دی  
میرے جسم پر بالوں کی جگہ  
آنکھیں اُگ آئیں!

(متادل دنیا کا خواب، ص: ۱۲۷)

ڈاکٹر جواز جعفری کی جنگ مخالف نظم نگاری کے بارے میں یہ کہنا بے جا نہیں کہ یہ نظمیں اپنی ماہیت میں اس لیے بھی نئی ہیں کہ ان میں روایتی رزمیہ انداز نہیں ملتا۔ ان کی نظمیں بیک وقت عالمی طاقتیوں کی چیزہ دستیوں کے خلاف مزاحمت بھی ہیں اور ایک رومان پرور امن کی جتو بھی ان میں نظر آتی ہے۔ ان میں جینے کے حق پر غیر مشروط اصرار پایا جاتا ہے اور وہ فطرتی موت کے حق سے بھی دستبردار ہونے کے لیے تیار نہیں ہیں اور یہی وہ غیر معمولی تصورات ہیں جو ان سے پہلے کی نظم میں کہیں نظر نہیں آتے۔ نمونے کے طور پر نظم "میرے پھاڑ میری حفاظت کرنے سے قاصر ہیں" دیکھیے:

اے ڈھلتی شام!  
وہ چہرہ کہاں ہے  
میں جسے دیکھنے کا تمہانی ہوں  
وہ بالکوئی

اس کی عدم موجودگی کا دکھ سہتی ہے  
میں اس گھر کے آدھ جلے دروازے کو دیکھ کر  
الوداعی ہاتھ ہلاتا ہوں

(متادل دنیا کا خواب، ص: ۳۱)

اسی نوع کی ایک اور نظم "شہر میں بارود سے بھرا جنم گھومتا ہے" کا ایک نکٹر امالا حظہ کیجیے:

جو اپنی صبح کا آغاز  
تمھاری مزاج پر سی سے کرتا تھا؟  
اے میرے بچوں کے ہم عمر پودو!  
کیا تھیں ان ہاتھوں کے لس کی یاد آئے گی  
جھیں تمھاری جڑوں کی مٹی  
خاک آلو درکھتی ہے؟  
کتابو!

تھیں حرف کی محبت میں بتلا  
وہ شخص یاد آئے گا  
جس نے اپنے بچوں سے بڑھ کر  
تھیں اپنے بینے پر جگہ دی؟  
اور زندگی کی بہترین راتیں  
اس عورت کی بجائے تمھارے پہلو میں برسکیں  
جسے وہ دنیا میں سب سے زیادہ  
محبت کرتا تھا!

اگر میں جنگ میں مارا گیا  
تو میں تم سب کو یاد رکھوں گا  
کسی اور دنیا میں!

(متداول دنیا کا خواب، ص: ۱۲۱)

ڈاکٹر جواز جعفری نے جنگ مخالف عناصر کی مذمت کرتے ہوئے کہیں کہیں طنزیہ  
انداز بھی اپنایا ہے۔ انھوں نے جنگ جو قبیلوں کے جنگی روؤیوں کو بیان کیا ہے جو پچھلی کئی صدیوں  
سے چلتے آرہے ہیں۔ انھوں نے خود کو جنگ جو قبیلے کا فرد کہا ہے اور اس نظم میں شاعر نے اپنی  
نسی جڑوں کی نمائش کی ہے اور ہزاروں سال پہلے کی اپنی عرب ثقافت کی عکاسی کی ہے۔ اپنی  
عورتوں سے متعلق کہا ہے کہ وہ انسانوں کو جنم دینے کے بجائے ہندسوں کو جنم دیتی ہیں۔ شاعر کہتا

اے میرے خواب میں چہل قدمی کرتے وجود  
تیری جلد گندم کی سنبھری بالیوں کی ہم رنگ ہے  
اگور کی بیلوں کے عقب سے  
تیرے رس بھرے ہونٹ جھانکتے ہیں  
تجھے  
بائی جناح تک لے جانے میں  
میری آدھی عمر خرچ ہو گئی!

(متداول دنیا کا خواب، ص: ۶۶)

امن کی خوبصورتی سے معطر ایک اور نظم ”اے سرز میں! تیرے شاعر کہاں ہیں؟“

کا شعری اقتباس دیکھیے:

اے میری سرز میں  
تیرے شاعر کہاں ہیں؟  
میں سارے شہر کے ہرے رزم  
اپنی پوروں میں سمیٹ لایا ہوں  
اے میری پسندیدہ عورت!  
میں کل شام  
نندکوں جھیل کے کنارے  
تابوت کی پاکی میں بیٹھ کر  
تجھ سے آخری بار ملنے آؤں گا!

(متداول دنیا کا خواب، ص: ۸۷)

جنگ مخالف اور رومان پرور امن کے حق میں ڈاکٹر جواز جعفری کی نظم ”اگر میں جنگ  
میں مارا گیا“ کا یہ نکلا دیکھیے:

اے تنمر ریز پرندو!  
کیا تم اس لمحے کو یاد رکھو گے

چشمou کی آبرو کے لیے لڑتے تھے۔ خاص طور پر صحرائشین قبیلوں کا کوئی ذریعہ روزگار نہ تھا چنانچہ ان کا پیشہ جنگ ہی تھا۔ ایک دوسرے پہ حملے اور ان کا ساز و سامان لوٹا اور انسانوں کو غلام اور کنیزیں بنانا اور بازاروں میں بیچنا ہی ان کا طرز زندگی تھا۔ گویا جنگ فنڈز جزیرت کرنے کا ایک ذریعہ تھی۔ ذرا ذرا سی بات پہ جنگیں چھڑ جاتیں جو سردار جنگ سے گریز کرتا اسے بزدی کا طعنہ سنتا پڑتا۔ ایسے معاشروں میں مرد چوں کہ جنگ لڑتا ہے اس لیے بیٹھ کی پیدائش پر خوشیاں منائی جاتیں جب کہ بیٹھیوں کی پیدائش پر صفتِ اتم بچھ جاتی کیوں کہ وہ جنگ کا ایندھن نہ بن سکتی تھیں۔ جنگ میں دشمن کے ہاتھ لگنے کی صورت میں اگلی جنگ میں انھی کے پیدا کردہ جنگجو انھی کے قبیلے کے خلاف لڑنے کے لیے پہنچ جاتے۔ سواسِ نظم میں ڈاکٹر جواز جعفری نے جنگ پرست قبیلوں کی تصویر کشی نہیں ہے خوب صورتی سے کی ہے۔

ڈاکٹر جواز جعفری نے اپنی متعدد نظموں میں شوق جنگجوی اور مہلک ہتھیاروں کے سوداگروں کے چہروں کو بے نقاب کیا ہے جن پر انھوں نے امن کے نقاب چڑھا رکھے ہیں۔ ہمارے ہاں سائنس فکشن لکھنے والوں نے یہ تھیز ڈیولپ کیا ہے کہ کائنات کے کسی دور پار کے سیارے سے آئی مخلوق زمین پر زندگی کا خاتمہ کرنا چاہتی ہے جب کہ ڈاکٹر جواز جعفری کا کہنا ہے کہ اس زمین پر زندگی کے لیے سب سے بڑا خطرہ الیین نہیں بل کہ انسان خود ہے۔ اس کا شوق جنگجوی اور مہلک ہتھیاروں کی موجودگی اس سیارے سے زندگی کا خاتمہ کرنے کے لیے کافی ہے۔ اس کی مثال کے لیے نظم ”مجھے خطرہ باہر سے نہیں اندر سے لاحق ہے“ ملاحظہ کیجیے:

میری دنیا جسے میرے پُرکھوں نے  
نسلوں کی محنت سے آرستہ کیا  
میرا شوق جنگجوی اسے  
راکھ کے ڈھیر تک لے آیا!  
مہلک ہتھیاروں کے سوداگر  
اپنے چہروں کو امن کے نقابوں میں چھپائے  
سائنس فکشن کی آڑ میں  
مجھے باور کرانے کی کوشش کر رہے ہیں

ہے کہ میرا تعلق اس قبیلے سے ہے یہاں سکے نہیں بل کہ سردار کا حکم چلتا ہے۔ میرا قبیلہ جب دشمن سے لڑتا ہے تو مجھے اپنی عورت کی فکر رہتی ہے کیوں کہ جنگ میں جب وہ دشمن کے ہاتھ لگتی ہے تو اس کا لشکر تو ان کرتی ہے۔ جنگجو قبیلے اپنے بیٹھوں سے زیادہ اپنے گھوڑوں سے محبت کرتے ہیں۔ اس طرز کا اظہار نظم ”جنگ میرا طرز زندگی ہے“ میں دیکھیے:

میرا تعلق ایک جنگجو قبیلے سے ہے  
جو پچھلی کئی صدیوں سے جنگ کا شکار ہے  
میرے کھیتوں میں فصلوں کی جگہ سرائے ہیں  
اور میری عورتیں انسانوں کی بجائے ہندسوں کو جنم دیتی ہیں؟  
یہاں سکوں کی جگہ سردار کا حکم چلتا ہے  
میری ماں کو

بیٹھوں کی ماں ہونے کے اعزاز سے سرفراز کیا گیا  
تاکہ وہ جنگ کی بھٹی کو مسلسل ایندھن فراہم کرتی رہے  
اور میری بہن  
تلوار کی بھٹی سے محروم رہ جانے کے باعث  
اپنے ہونے کا جواز کھو بیٹھی  
جنگ کے دوران

مجھے اپنے ماں سے زیادہ اپنی عورت کی فکر رہتی ہے  
جو جنگ میں دشمن کے ہاتھ لگنے کی صورت میں  
اُس کا لشکر تو ان کرتی ہے!

(عمر روایا سے پرے، ص: ۳۰)

اس نظم میں ڈاکٹر جواز جعفری نے پچھلی کئی صدیوں کی عکاسی کی ہے جس وقت جنگی عزمِ رکھنے والے قبیلے اپنے مفاد کے لیے دوسرے قبیلوں کو زیر کرتے تھے اور بیکاست دے کر اس قبیلے کی عورتوں سے بدسلوکی کے ساتھ پیش آتے۔ شاعر نے جنگجو قبیلوں کو تہذیبی تناظر میں پیش کیا ہے۔ صدیوں پہلے قبیلے اپنی جغرافیائی حدود متعین کرتے ہوئے اپنی چراغاں ہوں اور

بیان کرتے ہوئے انھوں نے اپنی متعدد نظموں میں غیر ملکی مقامات کو بھی متن کا حصہ بنایا ہے۔ ان نظموں سے احساس ہوتا ہے کہ شاعر پوری زمین کو اپنا گھر سمجھتا ہے اور اس کے ہر باشندے کے دکھ جواز جعفری کے اپنے دکھ ہیں۔ وہ جنگ سے متاثرہ مقامات کا ذکر ایسے کرتے ہیں جیسے دور راز مقامات اس کے اپنے وجود کے حصے ہوں۔ یہی وہ حیثیت ہے جس کے نتیجے میں جواز جعفری کی نظم میں بین الاقوامیت جنم لیتی ہے۔ گلو بلاز یمن کا یہ وہ زاویہ ہے جو تاجرانہ نہیں بل کہ انسانی ہے۔ ان کی نظم وہ دریچہ ہے جہاں سے پوری دنیا کا نظارہ کیا جاسکتا ہے۔ ان کی نظم میں عالمی انسانی مسائل، رویے اور لینڈ سکیپ ابھرتا ہے۔ یہاں دنیا بھر کے پرندے، دریا، چشمے، سمندر، درخت، جنگل، صحراء، چھلیں، پھول، شہر، راستے، پہاڑ، انسانی چہرے، لباس، آرزوں ہیں، خواب اور رویے نظمیہ منظر نامے کا حصہ ہیں۔ اس نظم کو ترجمہ عالمی زاویہ عطا نہیں کرتا بل کہ ایسی اپنی سرشنست میں بین الاقوامی رنگ ڈھنگ رکھتی ہے۔ یہ بات جواز جعفری کے وسیع المطالعہ ہونے کے ساتھ ساتھ رنگ انسانی معاشروں کو ایک خاص بلندی اور محبت سے دیکھنے کی تمنا کا اظہار ہے۔ اسی نظم کا یہ حصہ ملاحظہ کیجیے:

میں نیند میں

اللہ کے سپا چھوٹوں کی تکبیریں سنتا ہوں

جو تازہ معز کے میں ہاتھ آئی

سیاہ بخت کنیزوں کو

قدیم بغداد کی انسانی منڈیوں کی طرف

ہانکے لیے جا رہے ہیں

کنیزوں

جن کی دودھ سے لمبڑی چھاتیاں

اپنے شیرخوار بچوں کے فراق میں گریکرتی ہیں!

رمادی کی بدنصیب گلیاں

جنگی قیدیوں کے سروں سے بنائے گئے

یناروں کا تماشا دیکھتی ہیں

کہ مری زمین کو کسی دوسرے سیارے سے آنے والے  
حملہ آوروں کے ہاتھوں تباہی کا سامنا ہے

(عمر روائی سے پرے، ص: ۸۰)

ڈاکٹر جواز جعفری نے جنگ مخالف اور امن کے لیے کچھ نظمیں معنوں بھی کی ہیں۔

ان نظموں میں نسین انجم بھٹی کی نذر کی گئی نظم ”مجھے ہتھیاروں سے مارنے کی کیا ضرورت ہے؟“ اور ایوب خاور کے لیے ”میں لڑنے والوں سے دور کھڑا ہوں“ اہم ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے مہلکہ ہتھیاروں کے ایجاد کاروں، ایٹم بم اور میزائل کے تجربے کرنے والوں کو آڑے ہاتھوں لیا ہے۔ انھوں نے ایسی تجربوں، دہشت گردوں کے خودش حملوں اور جنگ سے تباہ حال ہونے والے مقامات کو بھی متن کا حصہ بنایا ہے۔ اس حوالے سے انھوں نے ملکی اور غیر ملکی مقامات کو یکساں دیکھا ہے۔ نظم ”رمادی کی بدنصیب گلیاں“ دیکھیے:

میرے ارد گرد

فصلوں کی جگہ

دکھ کاشت ہوتے ہیں

میں چانگی کے جواں مرگ موروں کا مرثیہ خواں ہوں

میری آنکھیں

تھر کے بھوکے پیاسے بچوں کے لیے

گریکرتی ہیں!

میری یادوں کے افتش پروزیرستان کے اداں بچوں کے چہرے

طوع ہوتے ہیں

جو ہر رات گھر دری زمین پر سر رکھنے سے پہلے

جنگ سے تباہ حال گھروں میں

واپسی کا خواب دیکھتے ہیں!

ڈاکٹر جواز جعفری نے ملکی حالات اور مقامات کا ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ عالمی حالات و واقعات پر بھی گہری نظر رکھی ہوئی ہے۔ دنیا میں ہونے والے مال انگیز واقعات کو

## اُردو نظم کا اساطیری دریچہ

عالیٰ تناظر میں دیکھا جائے تو بیش تر شعر اپنے سے موجود ہجن ہی میں کلام کرتے دھکائی دیتے ہیں۔ بہت کم شعراً یہیں جنہوں نے دوسروں کے لمحے میں کلام کرنے سے انکار کیا ہے۔ اس وجہ سے اُردو نظم کے مزاج میں اب کوئی دل کشی باقی نہیں رہی۔ جدید اُردو نظم کا ہج� اور ما حول جمود اور یکسانیت کا شکار ہو کرہ گیا ہے۔ ایسے شعر کبھی تو ادا کا شکار نہیں ہوتے جو اپنے حاضر اور ماضی میں موجود بھروسے کی چھان پھٹک کرتے ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے اٹھار کے مروجہ سانچوں سے بغاوت کر کے اپنا لہجہ تنشیل دیا ہے۔ انھیں نئے شعری ما حول اور نئے ہجن کی تلاش نے قدیم سرزینوں پر اترنے کی ترغیب دی۔

ڈاکٹر جواز جعفری نے ایک تحریک کی صورت میں شاعری کا تعلق پتھر اور لوہے کے زمانوں سے جوڑ دیا ہے۔ ان کی نظمیں تہذیب انسانی کے بچپن کی عکاسی کرتے ہوئے جدید اور قدیم معاشرے کے مابین تقابلی مطالعے کی بنیاد فراہم کرتی ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے اپنی اساطیری نظموں میں گذشتہ دس سے پندرہ ہزار سالہ تاریخ میں سفر کیا ہے۔ انہوں نے انسانی زندگی کو مجموعی تناظر میں دیکھا ہے کہ آج کا انسان پتھر کے دور سے کتنا آگے بڑھا ہے؟ انہوں نے اپنی شاعری میں قدیم لوگوں کے عقائد، رہن سہن، الہیات، طرزِ حکمرانی، رسوم و روانج، معاشی ذرائع اور انسانی روؤیوں کو بیان کیا ہے۔ جواز جعفری معاصر نثری نظم کے واحد شاعر ہیں جنہوں نے اس ہجن میں کلام کیا ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری کی اساطیری نظمیں محض ماضی نگاری نہیں، انہوں نے اس عہد کے

نوچلکیزیت کی آہٹ سے  
نئے بغداد کی جواں سال لڑکیاں  
ہنسا بھول گئی ہیں

(وصل سے خالی دن، ص: ۱۱۱)

ڈاکٹر جواز جعفری نئی اُردو نظم کے واحد شاعر ہیں جو پچھلی دو دہائیوں سے روایتی اور غیر روایتی، ایٹھی اور جو ہری ہتھیاروں، ریاستی اور غیر ریاستی فوجوں کی جنگی ذہنیت کے خلاف آواز بلند کر رہے ہیں۔ عالمی تناظر میں کبی گئی ڈاکٹر جواز جعفری کی نئی اُردو نظم انفراد کی حامل ہے۔ ان کے جنگ اور امن سے متعلق لکھی گئی نظموں کے اولین مجموعے ”موت کا ہاتھ کلانی پر ہے“، کا انگریزی سمیت دنیا کی بڑی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے اور انسانی حقوق کے عالمی دن کے موقع پر اس مجموعے کو صدارتی ایوارڈ اور کئی عالمی ایوارڈز سے بھی نوازا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اس مجموعے کو البانیہ سے ”فرینگ بارڈی لٹریری پرائز“، قازقستان سے ولڈ پونک ستار اور Ceychelles سے ”آنڑڈیویٹ آف پاکستان“ جیسے اعزات مل چکے ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے اپنی جنگ مخالف اور امن کے لیے کہی گئی نظموں کی مقبولیت کے پیش نظر ان نظموں کو پنجابی زبان کا شیریں لہجہ بھی عطا کیا ہے اور اس نوع کی نظموں کے مجموعے کو ”میرا دل فاختہ دا آہناۓ“ کا نام دیا ہے۔

جنگی جنون رکھنے والے عناصر تک جیسے جیسے ڈاکٹر جواز جعفری کی نظمیں پہنچیں گی مجھے پوری امید ہے کہ انسانی جانوں کے ضیاع میں خاطر خواہ کی آئے گی۔ اُردو نظم میں ایم بم کی تباہ کاریوں پر لکھا گیا ہے جب کہ جواز جعفری نے ایم بم تیار کرنے کی مذمت کی ہے۔ امن، محبت، زندگی اور انسانیت ان کی نظم کے بنیادی عناصر ہیں۔ انہوں نے سرحد کے پار جا کر بھی انسانیت کی حمایت کی ہے۔ وہ جنگ کے ہر موقع پر امن کا علم اٹھائے نظر آتے ہیں۔ جنگ پاکستان کے شہروں میں دہشت گردی اور خودش حملوں کی صورت میں بڑی جاری ہی ہو یا افغانستان کے شہروں میں، جنگ مشرق و سطی میں ہو یا بوسنیا میں، جنگ افریقہ کے کسی غریب ملک میں ہو یا امریکہ، فرانس اور بھلکنیم جیسے ترقی یافتہ ممالک میں ڈاکٹر جواز جعفری نے ہر جنگ کے خلاف مراجحت کی ہے۔

طریقہ احساس کو نئے انداز میں قاری تک پہنچانے کی کام یا بسمی کی ہے۔ انھوں نے قدیم تہذیبوں کی نوحہ گری کرنے کے بجائے ان کا رزمیہ کہنے کو ترجیح دی ہے اور ان تہذیبوں کے زوال پر اشک بہانے کے بجائے ان کے کمال پر نظر رکھی ہے۔ جواز جعفری کی اساطیری نظموں کا مجموعی ماحول شجاعانہ اور رزمیہ دکھائی دیتا ہے۔ انھوں نے اپنی شاعری میں قدیم دور کے انسان کی بلند ہمتی اور تلاش جستجو کی صفات کو بیان کیا ہے۔ انھوں نے قدیم انسان کے ذہنی و فکری منطقوں کو سامنے لاتے ہوئے اس کی پسمندگی اور غیر تعلیم یافتہ زندگی کو قطعی نظر انداز کر دیا ہے۔

جواز جعفری نے، کائنات کیسے وجود میں آئی، اس کی ابتدائی شکل و صورت کیا تھی، پانی کیسے وجود میں آیا، زمین کی ماہیت کیا ہے، دیوتا کہاں آباد تھے اور انسان کیسے وجود میں آیا جیسی اساطیری کہانیوں کو نظموں میں بیان کیا ہے۔ قدیم انسان کی تحریر پسندی، ہم جوئی، انکار اور مزاجت پسندی، شجاعانہ کردار، عدل کی پاسداری، ناممکن کی خواب گری، تقدیر کے مقابلہ میں تدبیر پسندی، موت پر غالب آنے کی آزو، آزادی کے تصورات اور رجزیہ لمحے کی لکارنے انھیں اس نئے انداز اور موضوع کی طرف راغب کیا۔ ڈاکٹر جواز جعفری کی نظموں کا ہیر و کئی کرداروں میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ انھوں نے اس کے درجنوں روپ تخلیق کیے ہیں۔ ان کی نظموں کا مرکزی کردار ایسا انسان ہے جو ہر روپ اور ہر کردار میں لینڈنگ روں ادا کرتا ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری کی نظموں کے بنیادی کردار کا خمیر محبت، امن، تحرک، فعلیت، جستجو، علم، شجاعت اور تحسیس سے اٹھتا ہے۔

ڈاکٹر جواز جعفری کی شاعری کا مرکزی کردار زمین و آسمان کے کلبے ملانے والا، زندگی اور کائنات کے حوالے سے اہم سوالوں پر غور کرنے والا، ناممکن کر دکھانے والا، ان دیکھی سرمزمینوں پر قدم رکھنے والا، موت پر غالب آنے اور داکئی زندگی کا تمثیلی، خیر کا نمایندہ، مختلف تہذیبوں کے درمیان سفارت کاری کرنے والا، جڑوں کی تلاش میں سرگردان، جنگجوئی کا شوقین، ہم جوئی کا عاشق اور انسانی تہذیبی کا وشوں میں ہم آہنگی پیدا کرنے والا ہے۔ ان کی شاعری کا انسان ایک ہی وقت میں عاشق، فلسفی، جریل، سفارت کار، شاعر، دیوتا، پیغمبری، معقی، سیاح، نوحہ گر، بادشاہ، جہاڑان، کاہن، باغی، پیغمبر، نسب دان، شہزادہ اور کسان کے کرداروں میں نظر آتا ہے۔

ڈاکٹر جواز جعفری کی اساطیری آثار کی حامل نظموں کا کہیوں بہت وسیع ہے، انھوں نے ان نظموں میں جو نسوانی کردار پیش کیا ہے وہ ایک آئینہ میں عورت کا ہے جو سراپا حسن و امن و خوبصورت ہے۔ انھوں نے اس عورت سے متعلق جو لغت استعمال کی ہے وہ مانعکش لو جیکل ہے اور باہل میں اس کی جھلک دیکھی جاسکتی ہے۔ اس کو حاصل کرنے کے لیے وہ کبھی بہادر جنگجو کالبادہ اوڑھ لیتے ہیں تو کبھی شیراز کے مضائقات میں جا کر ایک شاعر کاروپ پ دھار لیتے ہیں تو کبھی بادشاہ بن کر اسے حاصل کرتے ہوئے مختلف منطقوں، ممالک اور تہذیبوں کے درمیان ملاقات کے آزو و مند ہیں۔ اس عورت سے ملنا ان کا وصل نہیں بل کہ انسانی امید کی حد ہے۔ ان کے شعری مجموعہ کا نام ”وصل سے خالی دن“ دراصل ایک علامتی اظہار ہے۔ جواز جعفری کے یہاں وصل سے خالی دن اس تڑپ سے خالی دن ہے جس میں زندگی کا شیرازہ بکھرا ہوا ہے۔

ڈاکٹر جواز جعفری کے حال ہی میں اشاعت پذیر ہونے والے شعری مجموعہ ”چراغوں سے بھری گلیاں“ میں نسوانی کرداروں کو علامتوں، استعاروں اور تشبیہات کے ذریعے بیان کیا گیا ہے۔ کہیں انھوں نے عورت کو باغ سے تشبیہ دی ہے اور اس کی محبت کو لذیذ پھل کی طرح کہا ہے، کہیں انھوں نے عورت کو نایاب پودوں کی خوبصورت ہے جس کی بغل گیری سے چھوٹے کی قوت کو حفظ اور تقویت ملتی ہے۔ جواز جعفری کی اساطیری عورت کی آنکھوں کا مlap دلوں کا لوٹنا ہے اور اس کی آواز سے ذہن میں ارتعاش روایا ہوتا ہے۔ مثال کے لیے نظم ”آنئینے سے مکالمہ کرتی عورت“ ملاحظہ کیجیے :

آنئینے سے مکالمہ کرتی عورت!  
میں اس آگ میں جل کر  
راکھ ہوچکا  
جسے تیرے جسم کی ہری لکڑی  
نہیں پہچانتی  
اگر تو  
اس آگ سے پتیمه لیتی  
تو تیرے وجود کی خوبصوردار مٹی کی

تا شیر بدل جاتی!

اے امتناس کے پھول بخنے والی!  
میں ان زمانوں سے  
تیرے پاؤں کے نقش گنتے پہ مامور ہوں  
جب بابل کا علم دوست بادشاہ  
خاک پکھی تحریریں  
جمع کرتا تھا  
میں نے زمین پر  
پہلی بارش برنسے سے پہلے  
تیری تمنا کی  
میں نے گلاب کی شاخ پہ  
پہلا پھول آنے سے پہلے  
تیرے ہونٹوں کے لیے زمزما رائی کی  
میں نے اس وقت تجھے آواز دی  
جب زمین آوازوں سے نآشنا تھی!

اے دارچینی کے رنگ سے بنی عورت!  
تیرا مراج  
لبموں کے رس سے تخلیق ہوا ہے کیا؟  
اے آرزو کی زبان سے بے خبر عورت!  
تیری تمنا  
مجھے ریزہ ریزہ کر رہی ہے  
اگر میں

روئے زمین پر  
کسی ملک کا بادشاہ ہوتا  
تو اپنے نام کے ڈھالے گئے  
پہلے سکے پر  
تیر نام کندہ کرتا!

(چراغوں سے بھری گلیاں، ص: ۱۱)

اس نظم میں ڈاکٹر جواز جعفری نے آئینے سے مکالمہ کرتی عورت سے مراد نہیں حسین  
و جمیل منظر لیا ہے۔ انہوں نے عورت کی آرائش و زیبائش کو آئینے سے مکالمہ کہا ہے اور علامتی  
انداز میں کائنات کی خوبصورتی کی عکاسی کی ہے۔ اس نظم میں انہوں نے آدم و حوا کی تبلیغ  
استعمال کرتے ہوئے مرد اور عورت کے باہمی رشتہ اور محبت کی بات کی ہے۔ انہوں نے  
کائنات کے پہلے انسانوں کا ذکر کیا ہے اور یہ سوال کیا ہے کہ روئے زمین کا پہلا انسان کیسا تھا  
اور کب پیدا ہوا۔ اس نظم میں ڈاکٹر جواز جعفری نے ۲۶۸۔ ۷۔ ۲۶ قلب مسح کے بادشاہ اشور بنی  
پال کا ذکر کیا ہے جو بڑا ہی علم دوست تھا اس نے اپنے دارالحکومت نینوا میں دنیا کی پہلی لاابریری  
قام کی تھی۔ ادبیات کا سر پرست ہونے کے علاوہ اسے مٹی کی الواح پر لکھے گئے نوشتہوں کی  
فرائیں کا شوق بھی تھا۔ ان دنوں یہ نوشتہ برش میوزیم کی زینت ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے  
اشور بنی پال کے عہد میں سفر کیا ہے اور نظم میں دل چسپی، دل کشی اور شعریت پیدا کرنے کے لیے  
نسوانی کردار کا انتخاب کیا ہے۔

ڈاکٹر جواز جعفری کی اس اساطیری عورت کے کئی تاریخی کردار اور شاعرانہ روپ  
ہیں۔ اساطیری روپ کی اس آئینہ میں عورت کا حُسن، فطرت کی دنیا سے ہم آہنگ ہے۔ انہوں  
نے منفرد ماحول میں نظم کی تخلیق کی ہے اور مرکزی کردار کے دور جن روپوں کو تخلیق کرنے پر اپنی  
تخلیقی توانائیاں صرف کی ہیں۔ جواز جعفری نے نظم کو پھیکے پن سے بچانے کے لیے ہیرودی ہم  
نشینی اور ہم رکابی کے لیے سبز فام اور اور ہزار ناموں والی عشق پیشہ عورت کو متن کا حصہ بنایا ہے۔  
اردو ادب اور پاکستانی زبان و ادب کے علاوہ عالمی ادب میں ایسی کوئی ٹکلی عورت موجود نہیں جو  
مشکل معروکوں اور ناممکن مہم میں ہیرود کا ساتھ دے۔ ڈاکٹر جواز جعفری کی نظموں میں یہ سبز فام

عورت کہیں دیوی کے روپ میں نظر آتی ہے، کہیں کاہمہ، کہیں عاشق تو کہیں معشوق، کہیں ملکہ ہے تو کہیں داسی، کہیں شہزادی ہے تو کہیں کبی، کہیں جنگجو ہے تو کہیں لہن، کہیں خواب گر ہے تو کہیں سیاح، کہیں بچارن ہے تو کہیں چروہن اور کہیں وفادار بیوی کے روپ میں دکھائی دیتی ہے۔ مثال کے لیے نظم ”پیڑ میرا پہلا عشق تھا“ دیکھیے:

اپنے ہونے کے ابتدائی زمانوں میں  
میرے جسم پر بال کم  
اور دشمن زیادہ تھے  
پیڑ میرا پہلا عشق تھا  
اس کی جڑیں  
میرے وجود کی مٹی میں  
دور تک پیوسٹ ہیں!

میرے لہو کے مضافات میں  
وہ زمانے آباد ہیں  
جب میں نے اپنی بھوک کی پہلی آیت  
عورت کے سر بر جسم  
اور جنگل کے سب سے گھنے پیڑ کے تنے پر تسطیر کی  
وہ آسمان کی طرح  
میرے سر پر پھیننے لگا  
تو میں دیوار اٹھانے کا ہنر بھول گیا

ڈاکٹر جواز جعفری نے پیڑ کا لفظ انسانی آبادی کے پس منظر میں استعمال کیا ہے۔ پیڑ سے مراد پیدائش، بڑھنا اور پھولنا ہے۔ پیڑ کو انہوں نے انسانی تاریخ کے ساتھ ربط قائم کرنے کے لیے استعمال کیا ہے۔ شاعر نے پیڑ کو پوری داستان کے تناظر میں استعمال کیا ہے۔ پیڑ ہمیشہ تہذیبوں میں مقدس رہے ہیں۔ قدیم مصر کی کتاب Book of Dead میں ہے کہ دو مصری

توت (Sycaonene) جنت کے مشرقی دروازے پر ایستادہ ہیں جن سے سورج دیوتا ہر صبح طلوع ہوتا ہے۔ یونانی اساطیر میں مرد اور عورت اکثر درختوں میں تبدیل ہوجاتے ہیں۔ بائبل کے باب پیدائش میں دو درختوں کا ذکر ہے۔ مہاتما بدھ کا پیپل کے درخت کے نیچے گیان اس کو پوچھا کے لاکن بناتا ہے۔ صنوبر کا درخت ابدیت اور رخیزی کی علامت ہے۔ نظم کا یہ حصہ دیکھیے:

پیڑ میرا دوست تھا  
اس نے ہوا کے ہاتھ  
مجھے اپنی اولین شاخ کا تختہ بھیجا  
میں نے آدھی شاخ سے بانسری ایجاد کی  
اور اپنی تہائی کو  
چاروں اور بکھیر دیا  
اور باقی ماندہ شاخ سے  
اپنے دشمنوں کو پرے ہٹانے لگا!

میں نے اپنے ابتدائی برتن  
اور ہتھیار اس کی شاخ سے توڑے  
اور شہربسانے کی تھنامیں  
شاخ سے نیچے اتر آیا  
زمیں پر پہلا قدم رکھتے ہی  
میں نے کلہاڑی ایجاد کی  
اور پیڑ کی جڑیں کھو دنے لگا  
میں نے پتھروں سے آگ جلانے کا ہنر سیکھا  
اور مٹھی بھرا کھ  
پیڑ کے اجلے چہرے پر مل دی

اس نظم میں ڈاکٹر جواز جعفری نے انسان کی وجودی تاریخ کے ان زمانوں میں سیاحت کی ہے جب انسان کی بودو باش پیڑوں پر ہوا کرتی تھی۔ وہ زمین پر موجود رندوں کے خوف سے پیڑوں پر رہتا تھا۔ پیڑ اس کا اولین گھر تھا۔ پیڑ اور انسان کے تعلق کی کہانی لاکھوں سالوں پر پھیلی ہوئی ہے اور یہی جواز جعفری کی نظم کا کیوس ہے۔

ڈاکٹر جواز جعفری کی اساطیری عورت دیوی کے روپ میں دیوتاؤں کے دلوں کے قرار لوٹتی ہے، کہیں وہ الیس کسی کے روپ میں نظر آتی ہے کہ دور و نزدیک کے جہاز رانوں کو اس کے سبز جسم کی کشش اپنی طرف کھینچتی ہے، کہیں وہ ساپہانہ لباس میں دشمن کے سپاہیوں کے دل نشانے پر کھلتی ہے، کہیں وہ مینارہ بائبل کی ساتوں منزل پر بیٹھی ستارے تخلیق کرتی ہے، بڑے بڑے بادشاہ اس کے دروازے پر اپنی قسمت کا حال معلوم کرنے آتے ہیں، کہیں وہ سفارت کار ہے اور مختلف تہذیبوں کے درمیاں محبت اور خیر سگالی کے پل تعمیر کر رہی ہے۔ نظم ”لکڑی کا کفن“ دیکھیے:

رات کے تیرے پہر

بالائی آسمان کا رنگ

سیاہ ہو گیا

تو اس سانوںی عورت نے

اپنی گندمی چھاتیوں کو

برہنہ کیا

اور شدت غم میں

سر کے بال کاٹنے لگی

جوں مرگ آقا کے غم میں

سو گوار پرندوں کی نوحہ گری

آسمان کے سرخ دامن پر

حرف گریل کھڑی تھی

اور موت کا صندوق

نیل کی تندہ روں پر  
مسافت کا جتن کرتا تھا!

(چرانوں سے بھری گلیاں، ص: ۹۲)

ڈاکٹر جواز جعفری کی سر بزر عورت ایک طرح کی عالم گیر محبت ہے جو تہذیبی سیاحتوں کے پس منظر میں سر بزر رہتی ہے اور اپنے ارد گرد کو سر بزر رکھتی ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری کا انفراد یہ ہے کہ انھوں نے پرانی اساطیر میں سفر بھی کیا ہے اور نئی اساطیر بھی تخلیق کی ہیں۔ ان کی تخلیق کا محرك قدیم تہذیبوں اور پرانے وقتوں کی عکاسی نہیں بل کہ ان کی تخلیق کا اصل مقدوم قدیم کے پس منظر میں کار فرما روح عصر تک رسائی ہے۔ انھوں نے قدیم سر زمینوں پر اتر کر روح عصر سے مکالہ کیا ہے۔ نظم ”میرا جو حرف الہام میں ملئے والا تھا“ ملاحظہ کیجیے:

خواب میں مجھے  
آگ کا تیر اسندی سے ملا

۶۹

آسمانی بلندی سے  
مجھ سے ہم کلام تھی  
میں نے اپنے جلتے ہوئے ہونٹ  
پہلو میں سوئی سبز عورت کی  
گلابی ہتھیلی پر کھے  
اور ای تھنڑ کی طرف پیٹھ کر لی!

میرے سامنے  
الپس کا مقدس پہاڑ تھا  
جس کی بلندی پر  
زیوں کے نام کی  
خوبصوردار لکڑی روشن تھی

ز مین کی پناہ میں دیا  
اپنا شانہ پہلی بار خاک پر رکھا  
اور اگنی کے سامنے میں  
اُولین خواب دیکھنے لگا  
صح کی پہلی کرن کے ساتھ  
میں نے زمین پر رینگتے اڑدھا سے  
لاٹھی ایجاد کی  
اور اپنے ارد گرد  
تحفظ کی دیوار اٹھانے لگا  
آگ  
اور لاٹھی نے مل کر  
مجھے پھر سے جنم دیا  
میں نے فطرت کی طرف پیچھے کر لی  
اور انکار کے راستے پر ہولیا

(چاغوں سے بھری گلیاں، ص: ۱۱۶)

ہمارے قدیم اجداد کو اپنی بقا کے لیے انتہائی ناسازگار ماحول کا سامنا تھا۔ ان پر بھوک، بیماری، قحط اور موت کا خوف یلغار کیے ہوئے تھا اور انھیں مجحد کر دینے والی سردی، تہر بر ساتے بادل، کناروں سے باہر بر بادی باٹھنے دریا اور پہاڑوں کو لرزانے والے بھونچال درپیش تھے۔ ہمارے اجداد کی تخلیل پسندی نے پہلے تو دیوتا گھر سے پھران کی ساتھی دیویاں اور ان کے مlap کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بچے بھی تخلیق کیے۔ دیوتاؤں کے خاندان بھی بنائے گئے۔ ان کی نظموں میں دکھائے گئے دیوتا کائنات کے خالق، سیاہ و سفید کے مالک، زمین و آسمان کے حکمران اور حلیل التقدیر بادشاہوں کو عصائے شایعی عطا کرنے والے ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے اپنی نظموں میں اساطیری عورت کو طرح طرح کے ناموں سے مخاطب کیا ہے۔ مثال کے لیے ”نظم“ ”مباشرت کا میلہ“، ”ملاحظہ کیجیے“:

دیوتا  
جس کے گرد بیٹھے  
گیلی مٹی کی الواح  
مقدس الاوہ کو بدیکرتے تھے  
جن پر  
انسانی مقدر مرقوم تھا!

(چاغوں سے بھری گلیاں، ص: ۱۰۱)

ڈاکٹر جواز جعفری نے اپنی اساطیری نظموں میں دور حاضر کو ماضی کے تناظر میں دیکھنے اور سمجھنے کی آرزو کی ہے۔ انھوں نے ماضی اور حال کی تہذیبی اکائی تشکیل دینے کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔ یہ سب انھوں نے شاعری میں منفرد مضامین لانے کے لیے کیا ہے۔ ان کی نظمیں اساطیری کہانیوں کا ری ورث ہیں لیکن منفرد اور اہم بات یہ کہ انھوں نے پہلی بار ایک تحریک کی صورت میں اردو نظم کے متون کو نئے اساطیری تناظر میں تخلیق کرنے کی کاوش کی ہے۔ قدیم اساطیری تناظر میں شاعری کر کے دراصل انھوں نے یکسانیت کے شکار معاصر لحن کو نظر انداز کیا ہے۔ انھوں نے نئی نظم میں نئے آہنگ کا تجربہ کر کے اسے پہنچاں موضوعات سے نجات دلائی ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری کے نزدیک اساطیری نظمیں ہمارے کمزور اور پسمندہ اجادہ کی بُنیٰ کی کھاہے۔ انھوں نے اساطیری کہانیوں میں ان حالات و واقعات کو بیان کیا ہے جن کا ہمارے قدیم اجداد کو سامنا تھا۔ قدیم دور کا انسان ناقابل فہم اور نامہربان دنیا کے رو برو کھڑا تھا جہاں ہر طرف آتش فشاں پھٹ رہے تھے۔ نمونے کے لیے نظم ”میں نے اڑدھا سے لاٹھی ایجاد کی“، ”ملاحظہ کیجیے“:

میں نے بیڑ کی سب سے بلند شاخ کو  
آخری بار گلے لگایا  
اور بیڑ سے نیچے اتر آیا  
زمین پر یہ میری پہلی رات تھی  
میں نے خود کو

ہل بنا تا ہوں  
اور بیداری میں  
سرسوں کا مشکل بارتیں!

اے میرے کھیتوں سے گزرنے والی پلڈنڈی  
توبانجھ عورت کے لیے  
اپنے بازو مت پھیلا  
میرے کھیتوں کی زرخیزی  
کہیں رخصت نہ ہو جائے!

اے بار آوری کی دیوی  
زمین میں اولین نقش بونے سے پہلے  
میں سمندر کنارے آباد  
بلوس کی کشادہ گلیوں میں  
تیرے سنبھرے تھکا سواگت کروں گا  
کنغان سے کارچھ تک کے پانیوں پہ  
تیر انام لکھوں گا  
بلوس کے معبد میں ایل  
تیرے انتظار میں ستارے گناہے!

(چراغوں سے بھری گلیاں، ص: ۱۱۲)

ڈاکٹر جواز جعفری نے یہ نظم امریکی، عراقی، ہندوستانی اور کنعانی اساطیر کے پس منظر  
میں کہی ہے۔ ایل دیوتا کا معبد بال شہر میں واقع تھا اس کے معبد کی دیواروں پر سونے کے استر  
چڑھے تھے۔ یہ دیوتا سیاہ و سفید کے مالک تھے اور انسان کی تقدیر کے فیصلے کرتے تھے۔ جواز  
جعفری کی اساطیری نظمیں ایک طرف مختینہ کی کارفرمائی ہیں تو دوسری طرف انسان کی خلائق کا

اے سنہرے بالوں والی!

میرے دھان کے کھیتوں کے کنارے

اپنے عنبریں بال کھول

کہ میری فصلوں کی سرسبز بالیاں

تیری زلفوں کی طرح دراز ہوں

اے سبز پوشک والی!

میں نے گندم کے نقش بونے سے پہلے

اپنے کھیتوں میں

سنہرے جسموں کی مباشرت کا میلہ لگایا

اور

قیلے کے سب سے خوب رو جو اس مرد کے

اعضائے تناسل کی راکھ

زمین کی کوکھ کو ہدیہ کی

تو اپنے بدن کی چلکی بھر ہر یاں

میرے کشکوں کو دان کر کہ زمین اسے اپنے چہرے پر مل لے!

اے میری خوش بدن عورت

حمل کے موسم میں

میں تجھے

دو کیلوں کا تخفہ بھیجوں گا

تاکہ تو جڑوں ابیٹوں کو

جم دے

میں خواب میں

اپنے کھیتوں کے لیے

پاؤں رکھنے سے پہلے  
جنگ کے دیوتا یوس کے نام پر  
ہندوستان  
اور لگاش سے آئے  
ایک سوجوڑی بیل  
اور شیراز کی  
زہرہ جمال کنیز کی  
قربانی پیش کی!

میرادا جو پیغمبر تھا  
اور اس کی مٹھی میں  
قبلیکی آبرو تھی  
فرات اور دجلہ کا مقدس پانی  
اس کی دلیلیز پیشانی رگڑ نے آتا تھا!

(چراغوں سے بھری گلیاں، ص: ۳۶)

اس نظم میں ڈاکٹر جواز جعفری نے ماضی کی انسانی زندگی کو مجموعی تناظر میں دیکھا ہے۔ انھوں نے دلمون کو متمن کا حصہ بنایا ہے۔ دلمون خلیج فارس کے مشرقی ساحلوں پر واقع سومیریوں کی جنت تھی جہاں دیوتا رہتے تھے۔ اسے زندوں اور لا فانیوں کی سر زمین بھی کہا جاتا تھا۔ اس نظم میں ڈاکٹر جواز جعفری نے عراق کی تاریخ و تہذیب کا ذکر بھی کیا ہے۔ عراق میں تقریباً پانچ ہزار سال قبل جن متمن اور مقتدر اقوام کا عمل دخل رہا ان میں سومیری قوم خصوصی تو جگ کی ممتحن ہے۔ تاریخی ادوار میں قدیم عراق کے تین حصے تھے ان میں سے ایک حصے کو سومیر کہا جاتا تھا۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے اپنی نظموں میں سومیریوں کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ یہ قوم علمی و ادبی خزانوں سے مالا مال تھی۔ یہ خزانہ قیمتی نوشتیوں، ادبی مواد، انتظامی نویعت کے خطوط، نجی و شاہی مکتبات، مناجاتوں، نوحوں، دعاوں، کہاوتوں، اقوال، رومانی رزمیہ نظموں اور گوناگون قصوں پر مشتمل

مقصد بھی بتاتی ہیں۔ انھوں نے اپنی شعری علامتیں اساطیری اور مذهبی تجربوں سے اخذ کی ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے اپنی اساطیری نظموں کا ماحول خود تخلیق کیا ہے۔ مثال کے لیے نظم ”میں نے اپنے دادا کے رجز میں کلام کیا“ کا یہ شعری اقتباس دیکھیے:

میں اس کے پاؤں کے نقوش پر  
تازہ گلب رکھتا ہوا  
مینار کی بلندی پر پہنچا  
میں نے  
طلائی پیالوں میں  
دلمون کی ارغوانی شراب  
مرہشی کے روپہلے مرتبان میں  
ورگنی کالندیز شہد  
کانسی کے سہرے تھال میں  
مگان کے بلند پرواز پرندوں کا  
لذیذ گوشت

یمن کی سرسبز چراگا ہوں سے آئے  
جو اسال میمنے کا  
سرخ خون  
اور حُتن سے آئی کستوری سے  
لبالب بھر اسہری پیالہ  
آسمانوں پر بیٹھے دیوتاؤں کی  
خوشنودی کی نذر لیا!

میں نے مرد و کے سہرے چھتر کے سامنے میں  
میدانِ جنگ میں

ہے جھیں مٹی کی الواح پر رقم کیا گیا تھا۔

اس نظم میں ڈاکٹر جواز جعفری نے عدن اور مردوك کے ناموں کو بھی متن کا حصہ بنایا ہے۔ عدن بابل کے مطابق خدا کا باغ ہے۔ مردوك بالعلیٰ دیوتاؤں کا سربراہ، خالق کائنات، دیوتاؤں کی درخواست پر اسی نے انسان کو تخلیق کیا تاکہ وہ دیوتاؤں کی خدمت کرے۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے اس نظم میں سومیری دور اور بابلی عہد کی تہذیبی، سیاسی اور مذہبی زندگی کو پیش کرتے ہوئے پانچ ہزار سال قبل مسح کی انسانی زندگی کو اپنے متحیلہ سے بیان کیا ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے اپنی نظموں میں بابلی اساطیر کی بھی عکاسی کی ہے۔ اسی نوع کی نظم ”مینارہ بابل“ کے سامنے میں ”دیکھیے：“

چھٹی بار  
میں نے

دجلہ و فرات کے درمیان  
مینارہ بابل کے سامنے میں  
اس کے سبز خدو خال کی تلاوت کی  
بابل

جس کی تعمیر و آرائش کی خاطر  
بہشت میں بہتے جھون کے کنارے  
دیوتاؤں نے پسینہ بھایا!

دیوتا جو معبد میں کھیلی جانے والی تمثیل میں  
فانی انسانوں کے ہبر و پ بھرتے تھے  
تحریر کی دیوی  
مندر کے نیگلوں ستونوں پر  
اپنے غیر فانی ہاتھوں سے  
مردوك کے سنبھری کارناۓ

کندہ کرتی تھی!

بعل

جس کی مانگ میں

اپنے نام کا سیند و بھرتا تھا

موت اس کا نام

قربان گاہ کی پیشانی پر لکھتی تھی

وہ فرنخ دہ پا

عشمار کے معبد کے شہاں میں سامنے بانتے

باغاتِ معلقة کو

بار آوری کی دعا دینے آئی تھی!

(چراگوں سے بھری گلیاں، ص: ۳۲)

ڈاکٹر جواز جعفری نے ہندی اساطیر میں ہزاروں سال کی ہندوستانی تہذیب کو پیش کیا ہے۔ انھوں نے قدیم تہذیبوں کے زوال و کمال کی داستان رقم کی ہے۔ انھوں نے آزاد نظم کی نسبت نشری نظم میں اساطیری کہانیاں زیادہ بہتر انداز میں تخلیق کی ہیں۔ ان کی اساطیری نظمیں نئے شعری ڈکشن، نئے ایمیجر، نئے معنوی اور محسوساتی پیرائے سے قاری کو متاثر کرتی ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری کے نئے شعری تجربے کے ضمن میں ڈاکٹر تبسم کا شیری رقم طراز ہیں:

”ان نظموں کو دیکھ کر مجھے یوں لگ رہا ہے کہ جواز نے ہمارے قدیم شہر وہ کے نو ہے لکھے ہیں۔ ان شہر آشوبوں میں زوال کی تلخ اور دلگداز تصویریں ملتی ہیں۔ یہ ہمہ گیر زوال کی تصویریں ہیں جو سماج، تہذیب، اقدار، اقتصادیات، تاریخ اور ثقافت کے نو ہے معلوم ہوتے ہیں۔ جدید اردو نظم میں اس نوعیت کے شعری تجربات کی مثالیں بہت محدود ہیں۔“

ڈاکٹر جواز جعفری کی نظموں میں مقامات اور اشخاص علماتوں کی صورت اختیار کر لیتے

ہیں۔ انھوں نے قدیم ہندوستانیوں، عراقویوں، کنغانیوں اور مصريوں کے دیومالائی عقیدے پیش کیے ہیں۔ پیڑ کے بارے میں ہندوستانیوں کا دیومالائی عقیدہ ملاحظہ کیجیے:  
مبارک ہے وہ مٹی  
جنے

تیری جڑوں کی ضیافت کا اعزاز ملا  
کون ہے  
جورات کے پچھلے پہر  
نگنی توار تھا مے  
تیری سنہری شاخوں کی  
حافظت کرتا ہے؟  
میرے دیوتا!  
تو زندگی کا پالن ہار ہے  
تیری تکریم  
واجب ٹھہری

میں تیرے تنے پاپنی بھوک تسطیر کرتا ہوں  
تیری چھال کی اوٹ میں  
میرے سنہرے دن پڑے ہیں  
اے بیڑوں کے بادشاہ  
میرو کی چوٹی پیٹھے دیوتا  
تیرے نام کی قسمیں کھاتے ہیں  
تیرے اولین بچلوں کو  
دیوتاؤں کے دستِ خوانوں تک  
رسائی کا اعزاز ملا  
تو بھکلے ہوئے مسافر کی

جائے پناہ ہے  
تیری لکڑی  
میری آخری آرام گاہ ہے!

تیری شاخوں سے  
میری منتوں کے دھاگے آؤیزاں ہیں  
خوش قامت عورتیں  
تیرے سر بز و وجود کا  
طواف کرتی ہیں  
تو ان کے بخرب جسموں کے  
نشیب فراز کا محروم ہے  
خشک کوکھ  
تیرے پہلو میں آکر ہری ہوتی ہے!  
(چرغانوں سے بھری گلیاں، ص: ۱۳۰)

اس نظم میں ڈاکٹر جواز جعفری نے ہندی اساطیر کا ذکر کیا ہے انھوں نے میرو کی چوٹی کا ذکر خاص طور پر اس لیے کیا ہے کہ ہندو دیویاں اور دیوتا میرو کی چوٹی پر رہتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ چوٹی جنت سے قریب تر ہے۔ جواز جعفری نے اپنی نظموں میں پہاڑوں کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ قدیم دور ہی سے مختلف مذاہب میں پہاڑ اور ان کی چوٹیوں کی تقدیس کی جا رہی ہے۔

مشرقی اور ہندی الاصل اساطیر تخلیق کرتے ہوئے ڈاکٹر جواز جعفری نے ہر پہ کا ذکر کیا ہے جو بخاب کے شہر ساہیوال کے قریب دریافت ہوا، یہاں کے لوگ پر امن اور کسان تھے اور عراق کے بابلیوں اور سیریوں کے ہم عصر تھے۔

تیری بار  
میری آنکھ کے مشرق پر

سندھ کے قدیم الغوزے  
ہاتھی دانت کے زیورات  
موہن جوداڑو کی خالص کانسی کے  
شفاف آئینے  
ہڑپ کی چکنی مٹی کے رنگیلے برتن  
سندھ کی خوش بدن رقصاء کے  
طلائی مجسمے  
اور ہونٹوں پر  
وادی کے فوک گیتوں کی دھنیں  
ہم حیران تھے کہ  
ان سوغاتوں میں ایک بھی ہتھیار شامل نہ تھا۔  
ڈاکٹر جواز جعفری نے قدیم ہندوستان کی دو بڑی تہذیبوں اور مقامات ہڑپ اور موہن  
جوداڑو کی اساطیری عکاسی کے پس منظر میں اپنے جنگ مخالف اور امن پسند نظریے کا پیغام  
نہایت خوش سلیقگی سے دیا ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری کی نثری شاعری سے قدیم ہندوستانی تہذیب  
اور عقیدے سے متعلق نمونے دیکھیے:

شام کو میں نے اسے  
گنگا کے کنارے پر آباد بنارس میں  
دھرتی ماتا کے مندر میں دیکھا  
برہما دیوتا  
کنوں کے پھول ہاتھوں میں لیے  
اس کی راہ دیکھ رہا تھا  
اس نے مندر کے مقدس احاطے میں پاؤں رکھا  
خاموشی  
ڈھاک اور مرمری کے

طلع ہونے سے پہلے  
وہ ہڑپ کی سنسان گلی کے موڑ پہ کھڑی  
رونقیں بانٹ رہی تھی  
میری اداں آنکھوں نے  
اس کے سر بہر جسم کی خوشبو میں گندھی  
سرخ پشاور کو چھوا  
میرے خون میں بلند پرواز پرندے پھڑ پھڑائے  
اور ہتھیلیاں  
گیلی لکڑیوں کی طرح سلنگے لگیں  
میرے دل میں موجزن محبت کا دریا  
کناروں سے باہر بہنے لگا!  
اس متن میں ڈاکٹر جواز جعفری نے ہندوستانی تہذیب کی عکاسی کرتے ہوئے پشاور  
کا لفظ استعمال کیا ہے۔ پشاور مغل عورتوں کا پسند دیدہ لباس تھا۔  
جب ہڑپ کی سر زمین  
ہمیں رخصت کر رہی تھی  
لوگ ایک بوڑھے شخص کو شہر پر کرنے جا رہے تھے  
جو سورج کو دیوتا مانے سے انکاری تھا  
بوڑھے شخص کے دامیں جانب  
عورتیں  
ایک حاملہ پیڑ کے گرد بیٹھی  
اس کی تمجید کر رہی تھیں!  
ہندوستان کے قدیم باشندوں میں پیڑ کے حاملہ ہونے اور ان کی تقدیس کا عقیدہ رائج تھا۔  
ہزاروں سال پرانے ہندوستانی نوادرات  
جنوبی ہند کے گرم ممالک

شروع میں کلام کرنے لگی  
دیودا سیوں کے گندمی جسم  
ہوا میں دائرے بنانے لگے  
مقدس دیوتاؤں کی سنہری پیشانیاں  
خاک سے جالگیں  
میں نے مخفی خط میں تسطیر کرده  
زمین کے بادشاہ بعل کا سندیہ  
برہما کے لافانی ہاتھوں کی نذر کیا  
تو مندر کے چمن میں

شہنائی کے شروع کی بارش ہونے لگی!

ہندی اساطیر میں بنارس کو خصوصی اہمیت دی جاتی ہے۔ ایک روایت کے مطابق شیو  
دیوتا نے برہما اور وشنو کے ساتھ مشترک طور پر اس شہر کی بنیاد رکھی۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے اپنی  
اس ہندی الاصل اساطیری نظم میں ہندوؤں کے سب سے بڑے دیوتا برہما کا ذکر بھی کیا ہے۔  
ہندو عقیدے کے مطابق تین چیزوں اور بہت سے بازوؤں والا یہ دیوتا انڈے سے پیدا ہوا اور  
اس کے بعد اس نے ہرش تخلیق کی۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے ہندوؤں کے تمام طبقوں میں یکسان  
مقبولیت رکھنے والے اساطیری ساز کا ذکر بھی کیا ہے۔ ”ڈھاک“ اپنی شکل و صورت کے اعتبار  
سے ڈمرد کے مشابہ ہوتا ہے اسے دیوتاؤں کی پوجا اور خوشنودی کے لیے بجا جاتا ہے۔ ”مرلی“  
بھی ہندوستان کا قدیم ترین ساز ہے جسے کرشن دیوتا سے منسوب کیا جاتا ہے۔ یہ نہ صرف عوام  
میں مقبول ہے بل کہ اسے دیوتاؤں کو بجا تے بھی دکھایا گیا ہے۔

ڈاکٹر جواز جعفری کی اساطیری نظمیں عالمی جغرافیہ اور تہذیبوں کی عکاسی کرتی  
ہیں۔ انھوں نے مختلف قوموں اور ان کے عقائد کو ایک ساتھ بیان کر دیا ہے۔ جواز جعفری نے  
مختلف تہذیبوں کو ایک ثقافتی یکجاں میں پروتے ہوئے دیوتاؤں کے ذریعے ان تہذیبوں کے  
درمیان خیرگالی کے پل تعمیر کیے ہیں۔ وہ پہلے شاعر ہیں جنھوں نے مشرق و مغرب کی اساطیر کو  
ایک ساتھ شاعری کا موضوع بنایا ہے۔ ان کی ایک نظم میں مختلف اساطیر دریافت ہوتے ہیں۔ یہ

نمونہ ملاحظہ کیجیے:

وہ فارس سے آئی ناہید کے پہلو میں تھی  
اور سوریہ دیوتا

اس کے پاؤں میں بیٹھا  
روشنی کی بھیک مانگ رہا تھا  
کوہ ہمالیہ سے گزرتے ہوئے  
ہم نے ایک مضطرب شہزادے کو دیکھا  
جو ایک فقیر کے ساتھ  
شاہی لباس کا تبادلہ کرتا تھا  
دنیا

اسے حیرت سے دیکھتی تھی  
ہمارے چہرے  
لگاٹ کی جانب تھے

اور ہمارے دلوں میں بے بہا محبت!

اس نظم میں لفظ فارس ایرانی قدیم تہذیب کی نشاندہی کرتا ہے اور ناہید فارس کی ممتاز  
ترین دیوی ہے۔ جواز جعفری نے قدیم عراق کے مذہبی اور ثقافتی شہر ”لگاش“، جو دجلہ اور فرات  
کے سنگم پر واقع ہے اور ہمالیہ کا ذکر ایک ساتھ کیا ہے۔

ہمالیہ ایشیا میں واقع ایک ایسا پہاڑی سلسلہ ہے جس پر ماونٹ ایورسٹ سمیت دنیا کی  
بلند ترین چوٹیاں موجود ہیں۔ بدھ مت ہو یا ہندو ازم دونوں مذاہب میں ہمالیہ کی بعض  
چوٹیاں (جیسے میر) مقدس خیال کی جاتی ہیں۔ لگاش قدیم عراق کا مذہبی و ثقافتی شہر ہے یہاں  
نامور دیوتا نہ ہر سو کا معبد ہونے کے باعث اس کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی ہے۔ یہاں کے  
بادشاہ علم و ادب کے سر پرست تھے۔

ڈاکٹر جواز جعفری نے اپنی اساطیری نظمیوں میں ہندوستان کے علاوہ عراق، ایران،  
مصر اور یونان کی قدیم تہذیبوں کو پیش کیا ہے۔ عراقی قدیم تہذیب میں سو میریوں،

لگاش، دجلہ، فرات، بابل، عدن، بینارہ بابل، مردوک، عشتار، ایروک، اُر، ایرج اور دلمون کو  
متن کا حصہ بنانے کا ڈاکٹر جواز جعفری نے عراق کی قدیم تہذیب کو زندہ کیا ہے۔ اور قاری کے  
سامنے ہزاروں سال پرانا عہد لا کر کھو دیا ہے۔ نمونے کے طور پر نظموں کے یہ اقتباس دیکھیں:

چھٹی بار

میں نے

وجله و فرات کے درمیان

بینارہ بابل کے سائے میں

اس کے سبز خدوخال کی تلاوت کی!

مردوک کی دلیلیز پہ

میں نے ایک خوبرو غلام کو

گریہ کرتے دیکھا

جو اپنی رہائی کے لیے

بھیک مانگتا تھا

دلمون کی طرف جانے والے راستے پہ

ہم نے ایک باغی کو دیکھا

جس کی ناک میں نکیل تھی

وہ قیدی

کبھی دیوتارہ چکا تھا!

ڈاکٹر جواز جعفری نے متعدد نظموں سو میری داستان ”گلِ گامش“ کے تناظر میں کہی  
ہیں۔ اس نوع کی اہم نظموں میں ”ہمارے چہرے دلمون کی جانب تھے“ اور ”موت ہمارے  
سرروں پر منڈلا رہی تھی“ شامل ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے عراقی قدیم اساطیر کو بیان کرتے  
ہوئے عراق کے متعدد مقامات کو متن کا حصہ بنایا ہے۔ انھوں نے دریائے فرات کا ذکر کیا ہے۔

دریائے فرات مغربی ایشیا کا طویل ترین تاریخی دریا ہے۔

ڈاکٹر جواز جعفری نے قدیم اساطیری کہانیوں اور مقامات کو بھی شاعری کا حصہ بنایا  
ہے۔ قدیم مصری اسطورہ کے تناظر میں کہی گئی نظموں میں ”چراغوں سے بھری گلیاں“، ”کرنک  
میرے تلوؤں کے نیچے تھا“، ”کرنکی کافن“، وہ زمین سے لپٹ کر گریہ کرنے لگی“ پڑی کی چھال  
نے اسے پناہ دی“ اور ”آسمانوں کے باڈشاہ“ تابلی ذکر ہیں۔

صدیوں کی مسافت کے بعد  
زمیں نے میرے پاؤں پکڑ لیے  
میرے تلوؤں کے نیچے  
کرنک تھا

خوب صورت معبدوں کا مقدس شہر  
جہاں بیش قیمت نذرانوں کے بدے  
حرفِ الہام ترازو میں مغلتا!

سورج کی اوّلین کرنوں نے  
کرنک کی سرز میں کوچھوا  
تو میں نے اپنی پیشانی  
خاک پر کھدی

میرے سامنے

فلک بوس ستونوں کا ہرا جنگل تھا  
جو آمن رع کی آنکھوں سے پھٹوٹی  
روشنی سے چمک رہا تھا!

(چراغوں سے بھری گلیاں، ص: ۸۰)

بالائی مصر کے آسمان کا سرخ ستارہ  
بوٹو

اور تھپس  
کی سرز مین جس کے نام کا  
سبز آنچل اور ڈھنچی  
اور شہنشاہ اپنے پاؤں میں  
جس کے رقص کا گھنگھرو باندھتے تھے!

(چراغوں سے بھری گیاں، ص: ۹۲)

میری زمین  
تیرا سورج مگاھی ہے  
تو اپنا سفر نصیب پاؤں  
لکسر کی مردہ خاک پر کھ  
کہ شہر کی گلیاں

تیرے سنبھری رتح کے انتظار میں اوگتی ہیں  
نیل کے ساحلوں پر  
تیرے نام کا سکھ چلتا ہے  
تو اپنا روشن پاؤں  
نیل کے اجلے پانیوں پر کھ  
کہ نیل اپنے پانی کی اشوفیاں  
کناروں سے باہر اچھال سکے!

(چراغوں سے بھری گیاں، ص: ۱۳۱)

ڈاکٹر جواز جعفری نے اپنے شعری مجموعہ ”چراغوں سے بھری گیاں“ کی متعدد نظموں میں مصری اساطیر کی عکاسی کی ہے۔ کرنک، لکسر، فلاٹی، بوٹو اور تھپس قدیم شہر ہیں جو مصری اساطیر میں بار بار ظاہر ہوتے ہیں۔ قدیم مصریوں نے انسانی تہذیب میں اہم ترین اضافے کیے۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے قدیم مصر کے متعدد مقامات کو متن کا حصہ بنایا ہے۔ انہوں نے مصر کے قدیم مذہبی شہر ”بوٹو“ کا ذکر کیا ہے۔ بوٹو مصر کا قدیم مذہبی شہر اور پیشوایت کا مرکز ہونے

کی وجہ سے خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ آمن رع مصر کے قدیم مذہبی شہر تھپس کا سب سے بڑا دیوتا تھا۔ شہر کے نواح میں اس کا عظیم الشان مندر تھا جس پر اسكندر عظیم نے بھی حاضری دی تھی۔ مثال کے لیے نظم ”زمین آخری کناروں تک دھڑک اٹھی“ ملاحظہ کیجیے:

ساتویں بار  
اسکندر یہ کے نیلگوں ساحل پر  
اس نے اپنی دید کا سکھ  
میری آنکھ کے کشکوں میں  
دان کیا  
اسکندر یہ  
جسے ایک طالع آزمائنا گنجوئے  
آباد کیا تھا  
جو  
ہشتی بستی آبادیوں کے نام  
بر بادی کے سند یہے لکھتا تھا  
مصر سے آتی ہواؤں میں شامل  
خوش بدن عورتوں کی خوشبوی سے بے چین رکھتی تھی!  
  
دنیا کا نصیب لکھنے والے  
اس کے سنبھرے ہاتھوں میں  
شہابی مصر کے سر بزر باغوں کے  
اویں پھل تھے  
جنھیں وہ  
بوٹو شہر کے  
سب سے قدیم دارالاستخارہ کو

بھینٹ کرنے آئی تھی

اس نے بولوکی سرز میں پر قدم رکھا

تو زمیں اپنے آخری کناروں تک دھڑک اٹھی

خداوند آمن رع کے پیغمبر

شہر کے مرکزی دروازے سے آگے

معبدوں کے شہر

میمس کے نواح میں کارگروں کا دیوتا

سماگوان کی لکڑی پر

مرنے والوں کی آخری آرام گاہوں کے  
نقشے بناتا تھا

اس کے پہلو میں بیٹھادا نش کا دیوتا

ہیر و گلپنی خط میں سیاہ تابوتوں پر

مرحومین کے نوہ رق کرتا تھا!

(چراغوں سے بھری گلیاں، ص: ۲۰)

ڈاکٹر جواز جعفری نے اپنی اساطیری نظموں میں قدیم مصری کی اساطیری کہانیوں اور تہذیب کو پیش کیا ہے۔ انہوں نے قدیم مصر کے مقدس مقامات اور پیشوائیت کے مرکزوں کا خصوصی ذکر کرتے ہوئے مصر کے قدیم عظیم الشان مندوں کی عکاسی بھی کی ہے۔ انہوں نے مصری دیوتاؤں کی مقدس قربان گاہوں، دیوتاؤں کی زیارت کے لیے آنے والے لوگوں، بڑی تعداد میں چڑھاوے چڑھانے سے پہلے مقدس جھیل میں غسل کرنے کا بھی ذکر کیا ہے۔ کیوں کہ مصری دیوتاؤں کو پاکیزگی بے حد پسند تھی۔ ان کی قدیم مصری اسطورہ کے تناظر میں لکھی نظیں جن میں آمن رع کے لیے نظم ”آسمانوں کے بادشاہ“ اور دھرتی کی دیوبی عزاء کے لیے ”پاکیزہ جسموں کی نقدی“ شامل ہیں بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہیں۔

ڈاکٹر جواز جعفری نے اساطیری نظموں میں قدیم یونانی اساطیر کو بھی بیان کیا ہے۔ انہوں نے عظیم یونانی شاعر ہومر، یونانی دریاؤں اردا، نیوس، لاڈن، وردار، یونانی دیوتاؤں

اوزیرس، اپالو، اور نس اور ڈیلفی وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ نمونہ دیکھیے:

شہر کی آئینوں جیسی گلیوں میں

سیلانی گوئے

یونان کے اندر ہے شاعر کی سورمائی نظمیں

گاتے پھرتے تھے!

(چراغوں سے بھری گلیاں، ص: ۳۳)

جہاں اوزیرس کے معبد میں

مقدس ببل کی زوجیت میں دی گئی سہاگنیں

چلہ ہائے عروتی میں

اپنے مردہ خوابوں کی قبروں پر پیٹھی

گریے کرتی تھیں

شہر کے سب سے باروں ق بازار میں

میں نے اوزیرس کے رسولوں کی

ایک جماعت دیکھی!

(چراغوں سے بھری گلیاں، ص: ۲۲)

ڈاکٹر جواز جعفری نے عظیم یونانی شاعر ہومر کا خصوصی ذکر کیا ہے انہوں نے اپنے مصرع (یونان کے اندر ہے شاعر کی سورمائی نظمیں) میں ہومر کی شاعری سے متعلق بات کی ہے۔ یہ عظیم یونانی شاعر آٹھویں صدی سے بارہوں صدی کے درمیان لویہ میں پیدا ہوا جو آن کل ترکی میں واقع ہے۔ ہومر اپنی دور زمیہ نظموں ”ایلیڈ“ (Iliad) اور ”اوڈیسی“ (Odyssey) کے باعث لافانی شہرت حاصل کر چکا ہے۔ ان نظموں سے یونان کا شاندار ماضی جھلکتا ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے اس طرح کے کلیدی اہمیت کے حامل اساطیری کرداروں، اشخاص اور کہانیوں کو اپنی اساطیری نظموں کا موضوع بن کر شعری و اسلوبی انفرادیت قائم کر لی ہے۔

ڈاکٹر جواز جعفری نے یونانی ہیر و پرسیس کی رزمیہ کہانیاں اپنی نظموں ”میں نے خواب گاہ کے گرد تواریں کاشت کیں“، ”پیرہن کی اوٹ میں طلوع ہوتے چاند“، میں بیان کی

ہیں۔ شعری نمونے ملا جھٹک بجھیے:  
اُرگس کے نیر زمین زندان میں  
میں کوکھ کی جنت سے  
باہر آیا  
تو دنیا سمٹ کر  
میری آنکھ کی پٹلی میں  
سماگئی

جہاں میری ماں  
ڈیلفی سے آئے حرف الہام کی زد پر تھی  
ڈیلفی  
جہاں عظیم اپالو کے نام کا  
سکہ چلتا تھا!

(چراغوں سے بھری گلیاں، ص: ۸۳)  
اس نظم میں ذکر کیا گیا ”ڈیلفی“، یونان کے عظیم دیوتا اپالو کا معبد ہے جہاں کا ہن اور  
کاہنا میں سائلین کے سوالوں کے جواب دیتے تھے۔ ڈیلفی کے اسی معبد سے آئی ایک پیش گوئی  
نے شاہ اُرگس کو پریشان کر دیا تھا۔ اس پیش گوئی کے مطابق بادشاہ کی بیٹی دانے (Danae)  
کے بطن سے ایک بیٹا پیدا ہوگا جو شاہ کو قتل کر دے گا۔ شاہ اُرگس نے اس مصیبت سے بچنے کے  
لیے اپنی کنواری بیٹی دانے کو زیر زمین زندان میں قید کر دیا۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے اس طرح  
کے قدیم اساطیر کو شاعری میں بیان کیا ہے۔ یہ ایک لحاظ سے نیا موضوع اور رجحان ہے۔  
سریفس پہنچ کر

میں نے ماں کے خوف کی دیوار  
گردادی  
تیر اندازی کے تھوار میں  
شرکت کی تمنا

ہمیں اُرگس لے گئی  
میں نے اپنا تیر  
راہ کرنے سے پہلے  
اس پر اپنانام کندہ کیا  
اور اس سبز عورت کی نیلی آنکھوں کی  
تلاوت کرنے لگا  
ہدف کے نواح میں پہنچ کر  
تیر نے ارادہ بدلا  
اور شاہ اُرگس کے سینے میں  
تراز و ہو گیا  
ڈیلفی سے ڈوڈو ناتک کی استخارہ گاہوں میں  
گھنٹیاں بجھن لگیں  
اور اُرگس کی اندر گلیاں  
چراغوں سے بھر گئیں!

(چراغوں سے بھری گلیاں، ص: ۹۰)  
ڈاکٹر جواز جعفری کی یونانی ہیرودوپرستھس کی اساطیری کہانی کے پس منظر میں لکھی نظم  
”میر او جو حرف الہام میں مٹنے والا تھا“، اپنی جگہ اہمیت کی حامل ہے۔  
ڈاکٹر جواز جعفری نے ایرانی، کنعانی اور امریکی اساطیری پس منظر میں بھی کچھ نظمیں  
تخلیق کی ہیں۔ ان سے قبل اساطیری نظمیں لکھنے والے نظم نگاروں نے اپنے مختیلہ کو زیادہ تر  
ہندوستانی یا مشرقی اساطیر اور دیومالائی عقیدوں کے پس منظر تک ہی محدود رکھا ہے۔ ڈاکٹر جواز  
جعفری کی نئی اساطیری نظمیں کافر ادا و اختاص یہ ہے کہ ایک ہی نظم کے متن میں بیک وقت  
متعدد عالمی قدیم اساطیری کہانیوں، دیومالائی عقیدوں اور تہذیبوں کو پیش کیا گیا ہے۔ اس تناظر  
میں دیکھا جائے تو جواز جعفری کی اساطیری نظمیں ایک نئے اسلوبیاتی اور موضوعاتی آہنگ سے  
مملو ہیں۔ انھوں نے عالمی تاریخی عمارت، بادشاہوں، دیومالائی عقیدوں، تہذیب و ثقافت اور

اساطیر کو اس طرح ایک ساتھ بیان کیا ہے کہ میری نظر میں ڈاکٹر جواز جعفری نثری نظم میں عالیٰ قدیم اساطیری کہانیوں کو شعری خدوخال عطا کرنے والے اولین اختصاصی (Speialist) شاعر ہیں۔ انہوں نے قدیم اساطیری کہانیوں کو بیان کرتے ہوئے امن، محبت، خوبصورت، مختلف مذاہب اور قوموں کے درمیان روابط ایجاد کر رکھے۔ ڈاکٹر جواز جعفری اور صلح جوئی کا جو پیغام آمیز کیا ہے یا ایک طرح کی نویلی اختراع ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے نثری نظم میں نئے اساطیری متون تخلیق کر کے نیا تجربہ کیا ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری عالمگیر تہذیبوں سے محبت کرتے ہیں، ان کی نظمیں مختلف تہذیبوں کے درمیان خیر سکالی کے پل تعمیر کر رہی ہیں۔ وہ قاری کوئی نئی سرزینیوں کی سیر کرتے ہیں۔ انہوں نے قدیم کے پس منظر میں روح عصر سے مکالمہ کیا ہے، وس سے پندرہ ہزار سالہ پرانی اساطیر میں سفر بھی کیا ہے اور نئی اساطیر بھی تخلیق کی ہیں۔

ڈاکٹر جواز جعفری نے تخلیق کائنات کے پس منظر میں نظمیں تخلیق کرتے ہوئے کائنات کو سائنسی زاویوں سے سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے کائنات کی تخلیق سے لے کر آج تک کے ان پندرہ ارب سالوں کی تاریخ کو اپنی نظم میں منظوم کرنے کا آغاز کیا ہے۔ کائنات اپنے آغاز سے لے کر کن کن مرحلوں سے گزری ہے اس حوالے سے انہوں نے سائنس سے مدد لی ہے۔ کائنات کا ظہور کب اور کیسے ہوا اور اس کے ارتقائی عمل میں کیا کیا تبدیلیاں ہوئیں؟۔ انہوں نے کائنات کو اس کی تمام ترقیات کے باوجود فانی قرار دیا ہے۔ انہوں نے کائنات کے ابتدائی خدوخال کے بارے میں دریافت کرنے کے لیے اپنا سائنسی شعور استعمال کیا ہے اور سائنسی علوم سے استفادہ کیا ہے۔ کائناتی شعور سے متعلق نظمیں بھی اساطیری نوعیت کی ہیں۔ کیوں کہ ان میں شاعر نے کائنات کے قدیم قصے بیان کیے ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری کی کائناتی شعور کی حامل نظمیوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا طرز تحریر نیا اور وژن منفرد ہے۔ نظم ”کھیل“ ملاحظہ کیجیے:

کھیل

ایک نقطے سے شروع ہوا  
نقطہ  
جو کائنات تھا  
میں ان گنت صدیوں سے

## کائناتی شعور کی نظم

خوب صورت پھیلاؤ کے بعد سکر بھی سکتی ہے۔  
نظم کا اگلا حصہ دیکھیے:

میں جانتا ہوں اپنے مصنف کے بغیر نمائش پذیر کھیل  
ایک روز اچانک بگڑ جائے گا  
ذرروں کا وصال  
فراق میں بدل جائے گا  
میرے چاروں اور  
خاک اڑتی رہ جائے گی  
میں سمت کر پھر سے نقطہ بن جاؤں گا  
زندگی خوب صورت ہے  
گرفتاری بھی!

ڈاکٹر جواز جعفری نے سائنسی شعور کو شاعری کا حصہ بنانے کا تجربہ کیا ہے۔ ان کا یہ انداز معاصر نظم نگاروں سے قطعی مختلف اور غیر رواجی ہے۔ سائنسی اور کائناتی شعور کو آمیز کر کے انھوں نے اردو نظم کا کینوس مزید وسیع کر دیا ہے۔ اور یہ ایک ایسا تخلیقی مججزہ ہے جسے ہر شاعر انجام نہیں دے سکتا۔ یہ نظمیں محض اندازے سے نہیں لکھی جا سکتیں۔ ان نظموں کے پس منظر میں باقاعدہ ایک فلسفیانہ انداز فکر ملتا ہے۔ ایک نظام فکر ہے اور وہ تخلیقی بھٹی بھی جس میں ان نظموں کا توарیم تیار ہوا ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری ایک فلسفیانہ ذہن کے مالک ہیں ان نظموں کا خیر ایک تازہ فکر سے اٹھایا گیا ہے۔ ان بڑے بڑے سوالوں سے تخلیقی معاملہ کرنا عام شاعر کے بس کاروگ نہیں۔ جواز جعفری نے نئی فکر اور تخلیقی اپنے کے اشتراک سے تخلیقی مججزہ انجام دیا ہے۔ انھوں نے کائناتی نظموں کو تخلیق کے زور سے تخلیق کیا ہے اور کائنات میں رونما ہونے والی ان گنت تبدیلیوں اور اس کے ان گنت زمانوں کی بات کی ہے۔ انسان کو کیسے شاہانہ وقار عطا ہوا اور اس کے ہم عصر کیسے فنا ہوئے۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے تخلیق کی اساطیری کہانیوں کو پیش کرنے کے بجائے تخلیق کا رکا ایک فلسفیانہ تصور دیا ہے اور تخلیق سے مراد کائنات کی تخلیق سے لے کر زندگی کی تمام شکلوں کی تخلیق ہے۔ وہ تخلیق حیات کے مذہبی تحسیز کے بجائے تخلیق کے سائنسی نظریے میں

اس قید میں پڑا  
رہائی کا خواب بُثنا تھا  
تخلیق کا دروازہ کھلا  
اور میں اپنے چاروں اور  
سمیتیں ایجاد کرنے لگا!

اس نظم میں ڈاکٹر جواز جعفری نے کائنات کی ابتداء کی بات کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کائنات کا کھیل ایک نقطے سے شروع ہوا اور انسان اس میں صدیوں سے قید ہے۔ شاعر کے نزدیک کائنات کسی غیبی طاقت کے بجائے بگ بیگ کے نتیجے میں وجود میں آئی۔ کائنات کی تشکیل مادے سے ہوئی اور اس وقت یہ مادہ ایک نقطے میں قید تھا اور پھر یہ مادہ اپنے ہی پریشر کے نتیجے میں ایک دھماکے سے پھٹ گیا اور یہ سب وجود میں آنا شروع ہوا جو آج ہمیں اپنے ارد گرد نظر آتا ہے میں جواز جعفری کا آفرینیشن کا تصور ہے۔ کائنات کا دریا اپنے ازل سے اپنے ابد کی طرف بہنے لگا تو منتشر ذرروں نے یگانگت کاروپ اختیار کر لیا۔ خالق کائنات (ان کے یہاں وہ خالق خدا نہیں ہے) نے ان ذرروں کے درمیان محبت کا نتیجہ بودیا۔ کائنات میں جو کچھ تخلیق ہوا وہ انھی ذرروں کے اتحاد اور یگانگت کا نتیجہ ہے اگر ذرروں میں اتحاد پیدا نہ ہوتا تو کائنات ذرروں کا ڈھیر ہوتی۔ ستارے، سیارے اور کہکشاں نام کی کوئی چیز نہ ہوتی حتیٰ کہ ہم اور زندگی کی باقی شکل کہیں نظر نہ آتی۔ جواز جعفری کے اس نظریے کے مطابق زندگی تو کائنات کی تخلیق کے کروڑوں سال بعد وجود میں آئی۔ زندگی کا ظہور بھی کسی غیبی منصوبہ بندی کا نتیجہ نہیں بل کہ محض اتفاق ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے اس نظم میں انسان اور کائنات کی فانی حیثیت کا ذکر بڑے عمدہ پیرائے میں کیا ہے۔ انسان کا معرض تخلیق میں آتا اور کائنات میں اس کی چھپ قدمی اور زندگی کی خوب صورتی سب فانی ہے۔ کائنات جس کا آغاز ایک نقطے سے ہوا پھر سمت کر ایک نقطے بن جائے گی۔ ذرروں کا وصال، دوبارہ فراق میں بدل جائے گا اور دوبارہ پھر کوئی بگ بیگ ہو گا اور یہ کائنات از سر نو تخلیق ہو گی اور تعمیر و تحریک کا کھیل اسی طرح جاری رہے گا۔ یہاں شاعر نے ذرروں کے وصال اور فراق کو علمائی پیرائے میں استعمال کیا ہے کہ آج کا انسان دراصل غفلت کا شکار ہو کر اس فانی کائنات کا مالک بن بیٹھا ہے اور یہ بات بھول گیا ہے کہ یہ کائنات اپنے اتنے

لیکن رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک زندگی بکھر یا سطح سے آغاز کر کے طویل دورانیوں میں ان گنت شکلیں اختیار کرتی ہوئی موجودہ شکل تک پہنچی۔ ان کے سامنے نظریے کے مطابق زندگی کا آغاز سمندروں سے ہوا کروڑوں سال تک سمندروں میں ارتقا کی منزل طے کرتی ہوئی زندگی بالآخر خشکی پر آپنی اور آنے والے ناقابل تصور زمانوں میں زندگی کی بعض شکلیں رینگنے لگیں، کچھ ہوا میں اڑنے لگیں، زندگی کی بعض شکلیں چار پاؤں پر کھڑی ہو گئیں اور مزید کروڑوں سالوں کے ارتقا کے نتیجے میں ان شکلوں میں سے زندگی کی ایک شکل دوپاؤں پر کھڑی ہو گئی اور ان کے الگے دوپاؤں چلنے کی سرگرمی سے آزاد ہو گئے۔ دوپاؤں پر کھڑے ہونے والے جاندار ہمارے اجداد تھے جنہوں نے آزاد ہونے والے ہاتھوں کی مدد سے اس سیارے پر اپنی دُنیا آپ تخلیق کی۔ جواز جعفری نے اپنی اس نظم کی بنیاد زندگی کے اس طویل ارتقا کے تانے بانے پر رکھی ہے۔ نظم ”پچھلے پاؤں پر کھڑا ہونے سے پہلے“ ملاحظہ کیجیے:

پچھلے پاؤں پر کھڑا ہونے سے پہلے

میرا وجود

(ان گنت زمانوں تک)

تبديلیوں کی زد پر رہا

شاہانہ وقار کے ساتھ کھڑا ہونا

مجھے پیڑوں نے تعلیم کیا

پیڑ

جو میرے ہم نسب تھے!

چاروں اور تنگی کی ہوا چلی

تو میرے بہت سے ہم عصر

فنا کے رستے پر ہو لیے

وہ آنکھوں سے دور

میری یادوں میں جا بے

میں

موت کی قلمرو میں زندہ رہا!

ڈاکٹر جواز جعفری نے اس نظم میں انسان کی پیدائش سے پہلے اور بعد کے زمانوں کی عکاسی کی ہے۔ انہوں نے انسان کی اس دنیا میں آمد سے قبل کی کائنات کی بھی تصویر کی کی ہے اور جب انسان اس روئے زمین پر وارد ہوا تو اس کے آنے سے کائنات میں جو تبدیلیاں معرض وجود میں آئیں ان سارے حالات کو اپنے متحیلہ کے زور سے تخلیق کیا ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری اولین صاحب اسلوب شاعر ہیں جنہوں نے کائنات کے احوال و آثار کو شعری خدوخال عطا کیے ہیں۔ انہوں نے اس بات کو واضح کیا ہے کہ انسان کا اس دنیا میں آنا اور جانا محض ایک کھیل ہے۔ وہ مختصر وقت کے لیے بہاں آیا ہے اس کا مقابلہ موت کے لشکر سے ہونا ہی ہے جو اس کے مدد مقابلہ نہیں زن ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے اپنی ان ارتقائی نظموں میں جہاں زندگی کے طویل سفر کو بیان کیا ہے وہیں موت کو بھی متوازی حقیقت کے طور پر نظم میں جگہ دی ہے۔ ان کے نزدیک ارتقا کے ان لامتناہی زمانوں میں زندگی کو دو ہی چیزوں کا سامنا تھا یعنی موت اور تبدیلی۔ یہ نظم ہمیں بتاتی ہے کہ کس طرح موت ہر قدم گھات لگائے بیٹھی تھی اور ادھر تبدیلی بھی زندہ رہنے کا واحد راستہ تھا۔ ہمارے اجداد کو زندہ رہنے کے لیے بار بار اپنے کلبوت بدلنے پڑے مگر کوئی تھا جو اس نسل پر مہربان تھا اس لیے ہمارے اجداد موت، قحط، آفات اور شدید موسموں کے باوجود بہاں تک پہنچنے میں کامیاب رہے۔ جواز جعفری نے اس سارے سفر کو نہایت تخلیقی و ارفتگی سے کاغذ پر اتارا ہے۔

ڈاکٹر جواز جعفری نے ان اشیا اور جانداروں کا ذکر بھی کیا ہے جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کائنات سے خود بخود ختم ہو گئے۔ موت اور زندگی ان کی شاعری کا بنیادی حوالہ ہے اسی نظریے کو بنیاد بنا کر جواز جعفری کہتے ہیں کہ انسان کو مت مارو کیوں کہ وہ فانی ہے، اپنی موت آپ مر جائے گا کہ موت کا لشکر اس کے مدد مقابلہ نہیں زن ہے۔ اسی نظریے کی وجہ سے وہ کائنات میں امن اور محبت سے رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔ وہ طبعی موت مرنے والے انسان کو مہلک ہتھیاروں سے قتل کرنے کی مذمت کرتے ہیں۔ نظم کے اس لکھترے میں شاعر اربوں سال پہلے کے اس ماحول کا نقشہ بیان کر رہا ہے جب اس کے ہر طرف موت ہی موت تھی اور موت سے بچنے کے لیے زندگی بار بار اپنی شکلیں تبدیل کر رہی تھی۔ یہ نمونہ دیکھیے:

موت کے لشکر کو  
اپنے مدِ مقابل خیمه زدن دیکھ کر  
میرے خشک ہوتے خون میں  
سُت رنگے پر رینگنے لگے  
آسمان  
پناہ کے وعدے سے پھر گیا  
تو ایک لمبی قید تہائی کے بعد  
میں سفید انڈے سے باہر نکل آیا

اور میرے جسم پر  
گھنے بالوں کی فصل لہلہنے لگی  
میری گھات میں بیٹھے دشمن  
میرے بالوں سے کہیں زیادہ تھے!

جو اجاز جعفری نے کائناتی تغیر و تبدل کا نقشہ بنایا ہے۔ نظم کا اگلا گلزار ازندگی کی اس کیفیت کو بیان کرتا ہے جب ایک جاندار کو تہائی بل کہ شدید تہائی کا احساس تنانے لگا ہے تب ہمارے اجداد نے کسی ایسے وجود کی طلب کی ہوگی جو اس کی ویران دنیا کو اپنے وجود سے آباد کر دے گکر یہ نظم ہمیں ارتقا کی طویل کہانی سناتی ہے۔ جب زندگی نت نئی شکلیں اختیار کر رہی تھی مگر کوئی بھی شکل داٹی نہ تھی۔ تبدیلی کے لہرا سے ہر بار تبدیل کر دیتی سو ہمارے اجداد میں سے صرف وہی آگے بڑھ سکے جنہوں نے تبدیلی کے لیے ہمیشہ بازو پھیلائے رکھے۔ یہی وجہ ہے ہر عہد میں، تمام تر مشکلات اور موت کی دھمکی کے باوجود وہ اپنی نسل کو آگے بڑھانے میں کام یاب رہے۔ ان کے ارد گرد ایک ایک کر کے بے شمار شکلیں صفحہ ہستی سے مت لگیں مگر ہم آج بھی موجود ہیں۔

میرے پہلو میں  
تہائی کی زرد سرسوں پھولنے لگی  
تو میں نے اپنے لیے

ایک سنبھرے جسم کی تمنا کی  
اور تغیر کے لیے بازو پھیلادیے  
قصست ہمیشہ مجھ پر مہربان رہی  
سو میں ہر زمانے میں  
اپنی کہانی سمیت موجود رہا  
انواع کے نگارخانے میں  
میں وہ قدیم نقش ہوں  
جسے دوام نصیب ہوا!

ڈاکٹر جواز جعفری نے انسان کی بات کی ہے کہ انسان نے جب اپنا قدم زمین پر رکھا تو اس زمین اس پر اس کا استقبال کرنے والا کوئی نہ تھا اس نے کائنات کے مضادات میں رہنا شروع کر دیا اور اپنا رستہ خود دریافت کیا۔ اپنے لیے زندگی کے وسائل ایجاد کیے۔ رات نے بھی جب آسمان کے زینے پر قدم رکھا تو ستارے نہ تھے۔ جب انسان اس کائنات میں آباد ہوا تو اس کے جسم پر کوئی لباس نہیں تھا اس نے درختوں کے پتوں کو اپنا لباس کیا۔ درختوں کو اپنی خواراک کے طور پر استعمال کیا اس لیے انسان اور درختوں کا ازال کا ساتھ ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے اسی لیے اپنی شاعری میں درختوں کا استعارہ جگہ جگہ برتا ہے۔ نظم ”زمین مجھ پر برہم ہو گئی“، دیکھیے:

میں کائنات کے مضادات میں آباد ہوا  
اور اپنا ستارا ایجاد کرنے لگا  
آسمان کے آخری کناروں سے آیا  
اس زہرہ جمال کا سند یہ میری آنکھوں میں تسلط تھا  
میرے پاؤں زمین پر نہ تھے  
اور میری آرزو  
آسمان کے نادیدہ کناروں پر رقص کرتی تھی  
میں نے اپنے لہو میں بینائی کی سرسر اہٹ محسوس کی

اور آسمانی غبار میں لپٹے اولین ستاروں کی تلاوت کرنے لگا  
میں نے اپنا کلینڈر

آسمان کے تاریک گوشے میں آؤیزاں کیا  
اپنے تن پر پرندوں کا ستر رنگا لباس پہنا  
اور سورج کا تھوار منانے کے لیے اڑان بھرنے لگا!

ڈاکٹر جواز جعفری نے اس نظم میں جن زمانوں کا ذکر کیا ہے یہ کائنات کی تخلیق کے اولین زمانے ہیں۔ یہ وہ دن ہیں کہ انسان تو دور کی بات ہے ابھی ستارے بھی تخلیق نہ ہوئے تھے۔ انسان مٹی اور پانی کے درمیان کہیں موجود تھا۔ مگر شاعر نے اپنے تخلیل کی آنکھ سے ان زمانوں کا ادراک کیا ہے۔ اور اس صورت حال کے بیان کے لیے ایک تخلیقی سیلف ایجاد کیا ہے تاکہ وہ ان لامتناہی زمانوں میں سفر کر سکے۔ پھر ان زمانوں کا تذکرہ ہے جب زندگی تو تھی مگر پینائی نے جنم نہ لیا تھا۔ شاعر کے نزدیک زندگی کا عضویاتی ارتقا بوسالوں کے دورانے پر محیط ہے۔ ایک خوب صورت کائنات زندگی کے ارد گرد بکھری پڑی تھی مگر اسے دیکھنے کے لیے ابھی آنکھ ایجاد نہ ہوئی تھی۔ نظم میں شاعر کا سیلف پینائی کی اولین سرسرابہٹ کو محسوس کرتا ہے گویا پینائی کی تخلیق کا الحمہ قریب آپہنچا ہے۔ تفکر اور تحریر کی بھی وہ آمیزش ہے جس سے جواز جعفری کی نظم کا خمیر تیار ہوا ہے۔

ڈاکٹر جواز جعفری نے اپنی نظم میں کائنات کے ابتدائی خود خال کو پیش کیا ہے۔ کائنات میں سورج، چاند، ستاروں کی تخلیق سے لے کر زمین و آسمان سے متعلق معلومات کو متن کا حصہ بنایا ہے۔ انھوں نے نومولود کائنات میں سورج کی ناتوانی کے دنوں کا ذکر کیا ہے اور ازلى بارشوں سے سمندروں کے ابتدائی خود خال، اور ہمالیہ کی دیوار کے اٹھنے کو تخلیقی انداز میں بیان کیا ہے۔ یہ نظمیں تخلیق کرنا ایک انتہائی مشکل تخلیقی منصوبہ تھا جسے ڈاکٹر جواز جعفری نے انتہائی سہولت سے انجام دیا ہے۔ انھوں نے پندرہ ارب سالوں کے اس طویل دورانی میں آفرینش کے تخلیقی خود خال کو نہایت کام یابی سے قرطاس پر تسلیط کیا ہے اور فطرت کی تخلیقی ترتیب کو بھی قائم رکھا ہے۔ انھوں نے کہکشاوں کی تخلیق کے مناظر قلبند کیے ہیں، زمین کے ابتدائی خود خال نظم کیے ہیں، سورج کی ناتوانی کے زمانے سامنے لائے ہیں جب وہ ابھی ایک نومولود ستارہ تھا پھر انھوں

نے پانی کی تخلیق کا تذکرہ کیا اور جب بارش بن کر زمین پر بر سنا شروع ہوا تو زمین کے گھرے بھر جانے سے ابتدائی سمندر تخلیل پانے لگے۔ انھوں نے زمین کے سینے پر ہمالیہ کی دیوار بلند ہوتے دیکھی۔ انھوں نے زمین پر پہلا دن ایجاد ہوتے بھی دیکھا جو سورج کی ناتوانی کے باعث پیدا ہوتے ہی مر گیا۔ انھوں نے ستاروں کو پیدا ہوتے پھر اپنا ایندھن خرچ کر کے موت کے گھاٹ اترتے دیکھا۔ جب زمین کے گڑھے پانی سے بھر گئے تو اس کے کروڑوں برس بعد سمندروں میں زندگی کی اولین کونپل پھوٹنے کے لیے تیار تھی۔ زندگی جب عناصر کے اشتراک سے پیدا ہونے والی تھی وہ سب موجود تھے مگر اب فطرت کسی مجرزے کی منظر تھی۔ سارے منظر نامے میں شاعر کے سیلف کی موجودگی ہی وہ تخلیقی ہر ہے جس نے آن دیکھے اور آن گنت زمانوں کو ہماری دسترس میں کر دیا ہے۔ گویا شاعر نے ان ظہلوں میں ایک ایسا تخلیقی سیلف ایجاد کیا ہے جو آن دیکھی صورت حال کو ایک گواہ کی طرح دیکھ رہا ہے۔ اور شاعر کے سیلف کی بھی موجودگی اس نظم کو عالمگیری زاویہ عطا کرتی ہے۔ اور دنیا بھر کے قارئین کے لیے قابل مطالعہ بناتی ہے۔ نظم ”یہ میری کہانی کی شروعات تھی“، ملاحظہ تکھی:

### سورج

آسمان سے پرے  
اپنا دن ایجاد کر رہا تھا

### پہلا دن

جو اولین سانس کی تہمت اٹھائے بغیر مر گیا  
آسمان کے شہائی کناروں پر آؤیزاں

سرخ ستارا کھونے لگا

آسمان سے آئے پانی نے

زمین کے سینے کے گھاؤ بھردیے

تو سمندروں کی قامت میں اضافہ ہونے لگا

سمندروں نے

آوارہ پانیوں کے لیے اپنا مہربان دامن پھیلادیا

اور زندگی کے اجزا کو مٹھی میں دبا کر  
کسی مجزے کا انتظار کرنے لگے

ڈاکٹر جواز جعفری نے اپنی کائناتی شعور کی نظمیں تخلیق کرتے ہوئے عصری اور ماضی کے شعور کو غیر معمولی متحیلہ اور کائنات اور بالخصوص اپنے سیارے کی ارتقائی تاریخ کے ساتھ آمیزش کر کے ان نظموں کا خیر تیار کیا ہے۔ ان کا کمال یہ ہے کہ انھوں نے صدیوں سے جاری مذہبی اور اساطیری کلامیے کے مقابل کائنات کا ایک فلسفیانہ تخلیقی شعور لاکھڑا کیا ہے۔ جو اپنی جگہ ایک مشکل کام تو ہے مگر یہ جرأت اظہار کی بھی اعلام امثال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عام شاعر صرف اپنے عہد کو بیان کرتا ہے مگر ڈاکٹر جواز جعفری ان نظموں کے ذریعے اپنے عہد کی فخری اور تخلیقی قیادت کر رہے ہیں۔ حق تو یہ ہے اردو سمیت دنیا کی کسی بھی زبان میں شاید ہی کوئی دوسرا شاعر موجود ہو جس نے اس قدر وسیع و عریض کیونس پر اپنی نظم کی تخلیقی بساط بچھائی ہے۔ یہ نظم انٹرنشنل سے آگے بڑھ کر عالمگیر کھلانے کا استحقاق رکھتی ہے۔

ڈاکٹر جواز جعفری کی کائناتی شعور کی نظمیں ایک ایسا تخلیقی مجزہ ہیں جسے شاعر نے تفہیر، تحریر اور متحیلہ کی مدد سے کر دکھایا ہے۔ کوئی ادنیٰ تخلیقی صلاحیت کا مالک شاعر ہوتا تو اس کی نظم محض سائنسی معلومات کا پلندہ بن کر رہ جاتی مگر ڈاکٹر جواز جعفری ایک غیر معمولی تخلیقی صلاحیت رکھنے والے شاعر ہیں اور ان غیر معمولی نظموں کی کام یابی کا سبب یہ ہے کہ وہ جانتے ہیں نظم کیسے تخلیق ہوتی ہے؟ ہمارے اردو گرد بہت سے شعراء ہیں جن میں سے بعض بہت تعییم یافتہ ہیں، بعض بے پناہ تخلیقی جوہر کے مالک بھی ہیں، بہت سے شاعر زبان پر غیر معمولی دسترس رکھتے ہیں، بعض دنیا بھر کی نظم پر گہری نظر رکھتے ہیں، کچھ شاعروں کو نظمیہ آہنگ کا گہرا ادراک بھی ہے، بعض شاعروں کی ڈکشن بڑی اعلام درجے کی ہے اور کچھ شاعر نظم کی ٹرینمنٹ میں کمال رکھتے ہیں مگر ان میں سے پیشتر شعرا کی نظمیں پڑھنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ ان کے یہاں ایک آنچ کی کمی سے نظم ہمیشہ بنتے بنتے رہ جاتی ہے مگر ڈاکٹر جواز جعفری معاصر نظم کے وہ شاعر ہیں جو پوری طرح جانتے ہیں کہ نظم لکھتے ہوئے مندرجہ بالا نظیمه عناصر میں سے کون سی چیز کتنی مقدار میں ڈالنی ہے؟ اور پھر آخر میں ان تمام عناصر کو دل کی بھٹی میں ڈال کر ہلکی آگ

پر کتنی دیر تپانا ہے؟ میرے نزدیک ڈاکٹر جواز جعفری نثری نظم کے واحد شاعر ہیں جو نظم کو گوندھنے کا ہنر جانتے ہیں۔

ڈاکٹر جواز جعفری نے کائناتی شعور کی نظمیں تخلیق کرتے ہوئے عصری اور ماضی کے شعور کو غیر معمولی متحیلہ اور کائنات اور بالخصوص اپنے سیارے کی ارتقائی تاریخ کے ساتھ آمیزش کر کے ان نظموں کا خیر تیار کیا ہے۔ ان کا کمال یہ ہے کہ انھوں نے صدیوں سے جاری مذہبی اور اساطیری کلامیے کے مقابل کائنات کا ایک فلسفیانہ تخلیقی شعور لاکھڑا کیا ہے۔ جو اپنی جگہ ایک مشکل کام تو ہے مگر یہ جرأت اظہار کی بھی اعلام امثال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عام شاعر صرف اپنے عہد کو بیان کرتا ہے مگر ڈاکٹر جواز جعفری ان نظموں کے ذریعے اپنے عہد کی فخری اور تخلیقی قیادت کر رہے ہیں۔ حق تو یہ ہے اردو سمیت دنیا کی کسی بھی زبان میں شاید ہی کوئی دوسرا شاعر موجود ہو جس نے اس قدر وسیع و عریض کیونس پر اپنی نظم کی تخلیقی بساط بچھائی ہے۔ یہ نظم انٹرنشنل سے آگے بڑھ کر عالمگیر کھلانے کا استحقاق رکھتی ہے۔

تعییر سمجھی رومانوی رویے ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری کی جنگ مخالف نظموں کا ماحول، زندگی سے شدید محبت جنگلوں اور مہلک ہتھیاروں کی مزاحمت اور انسانوں کے جینے کے حق پر بے پناہ افارار اور رومانویت ہی تو ہے۔ جنگ سے آلوہ دنیا کے متوازی متبادل دنیا کا خواب، بذات خود ایک رومانوی رویہ ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے اپنی نظموں میں نہ صرف کائنات کے دوسرے خطوط میں زندگی کی تلاش کی تھی اس سے پہلے کہ ایسی اور جو ہری ہتھیار زمین سے زندگی کا خاتمه کر دیں انہوں نے انسانی زندگی اور ثقافت کے نہموں کو کسی اور سیارے پر منتقل کرنے کا خواب دیکھا ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر جواز جعفری وہ پہلے شاعر ہیں جنہوں نے زمین سے پر کسی اجنبی سیارے پر زندگی کا نیچ جو نے کا خواب دیکھا ہے۔ ان کی سائنسی شعور کی نظموں کو بھی رومانویت کے تناظر میں دیکھنا چاہیے کیونکہ کائناتی تناظر میں 15 ارب سال کے قدیم و عظیم زمانوں کو نظم کی شکل میں صفحہ قرطاس پر اتنا نایقیناً سب سے بڑا رومانوی انداز فکر ہے۔

ڈاکٹر جواز جعفری شدید بحرانی دور میں امن، محبت، تحفظ کی بات کرتے ہوئے جیسے کہ جتنی کر رہے ہیں۔ وہ گذشتہ دو دہائیوں سے اپنے عصر کو کام یابی اور تمکنت کے ساتھ بیان کر رہے ہیں۔ نشری نظم کو ۲۰ء کی دہائی سے لے کر طویل تقدیم کا سامنا رہا ہے مگر ڈاکٹر جواز جعفری نے غیر عرضی نظم کو اتنا ثروت مند کیا ہے کہ اس حوالے سے اب ہمیں قبولیت اور ستائش کے اشارے ملتے ہیں۔ ان کی اکثر نظموں بد امنی کی لپیٹ میں آئی ہوئی زندگی، چھینا جھٹی کا محشر پا کرتے ہوئے حالات، ماتم، سوگ اور خوف کی فضای میں کہی گئی ہیں اس لیے ان کا رومان امن پرورد کھائی دیتا ہے اور قارئین کو ہمیں بھی جنسی لذت اور آسودگی نہیں ملتی۔ ان کی نظموں خوشیوں سے محرومی، وسائل کی عدم دستیابی، ماحول کی زہرناکی اور انفرادی تہائی کے پس منظر میں بے خیالی میں اڑتے پرندوں اور دھنک رنگ موسموں کی بات کرتی ہیں۔ جواز جعفری کے غیر روایتی رومانی افکار کی بنابرائیں نئی نظم اور نئے اسلوب کا نقش اول گردانا جاسکتا ہے۔

ڈاکٹر جواز جعفری نے اپنی فطری رومانیت کو اپنی فکر کے دباو سے ختم نہیں ہونے دیا بل کہ اپنے خیالی حسن و جمال کو حقیقی دنیا میں استعمال کیا ہے۔ انہوں نے عصری مسائل اور ترقی پسند نظریات کو اپنی شاعری پر حاوی نہیں ہونے دیا۔ احساس پر شعور اور غم جاتاں پر غم دوراں کو فوقيت دیتے ہوئے بھی اعتدال برta ہے۔ جواز جعفری کے رومانی جذبوں نے ہی انھیں ہر دل

## ایک غیر روایتی رومانوی شاعر

ڈاکٹر جواز جعفری جدید اور اہم مقام رکھتے ہیں۔ ان کی نظموں کا فکری و فنی تنوع انھیں معاصر نظم نگاروں میں الگ کرتا ہے۔ ان کی نظموں و سیاق اور نئے فکری سیاق کی حامل ہیں۔ فنی حوالے سے انہوں نے جو پیرایہ اظہار اپنایا ہے اس سے نئی نظم کی ہستی اور آہنگ بھی الگ ہی نظر آتا ہے۔ ان کا فکری دائرہ صرف جنگ مخالف اور سماجی مسائل تک محدود نہیں ہے بل کہ انہوں نے ماشی کی بازیافت بھی کی ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری کی نظموں کا فکری کیونوں اتنا وسیع ہے کہ ماشی سے حال تک کا سفر طے کرتا ہے۔ تاریخ سے ان کی واپسی بھی دیدنی ہے۔ اساطیر کی نئی دریافت اور سائنسی شعور بھی ان کی نظموں کا خاص حوالہ بتتا ہے۔ جواز جعفری کی وسیع فکر میں ایک پہلو رومانی افکار و آثار کا بھی نکلتا ہے۔ ان کے نظیمہ مجموعوں ”عمر روائی سے پرے“ اور ”وصل سے خالی دن“ کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ جواز جعفری کی نظموں عصری، اساطیری، تاریخی اور سائنسی تناظر کے ساتھ ساتھ جذبات و احساسات کی عکاسی بھی کرتی ہیں۔ اردو میں رومانویت کا قدرے محدود تصور را کچھ ہے بیہاں صرف عشق و محبت سے متعلق احساسات و جذبات کو رومانوی رویہ سمجھا جاتا ہے لیکن یورپ میں رومانویت خاصے بڑے مفاہیم کے ساتھ رانج ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری کی اساطیری نظموں اپنے اندر رومانویت کے آفاقی زادی لئے ہوئے ہیں۔ ان نظموں میں موت پر غالب آنے کی آرزو میں اجنبی سرزمینوں کے مشکل سفر، دیوتاؤں کے اختیارات کو چیخنے کرتے ہوئے پرتو تھنہس کا آگ چرانا، استخارہ گاہوں میں کہانت کے مظاہرے اور مختلف تہذیبوں کے درمیان خیر سگالی کے پُلوں کی

عزیز اور اعتدال پسند نگار بنایا ہے۔ انھوں نے خارجی عوامل کے اثرات کے باوجود بھی انسانی فطری جذبات اور قلبی وارداتیں شاعری کا محور کی ہیں۔ جواز جعفری کا انفراد یہ ہے کہ انھوں نے روایتی ناراضی و مایوسی، محبوب کی بے وفائی کا گلہ، اس کے غم و غصہ، اس کی آنکھوں میں شنق کی سرخیوں اور آتش ریز نظروں کی دلکشی بیان نہیں کی۔ انھوں نے اپنے پرشکوہ اور دل آفرین رومانی انداز سے ترقی پسند اور نظریاتی شاعری کو ”نعرہ“ نہیں بننے دیا۔

ڈاکٹر جواز جعفری کی محبتیں زمانے سے مختلف ہیں۔ ان کی محبت صرف عورت تک محدود نہیں، وہ اپنے طلن، اس میں رہنے والے مظلوم اور پسے ہوئے طبقے سے محبت کرتے ہیں۔ ان کے سینے میں پوری انسانیت کا درد بھرا ہوا ہے۔ محبت ان کی شاعری کا استعارہ اور آفاقی پیغام ہے۔ نظم ”گلاب کی پتیوں سے اوس چنتی لڑکی“، ملاحظہ کیجیے:

دار چینی کی چھال میں گندھی لڑکی!

میں تیراً املتاں ہوں

تیرا جسم

منگول گھوڑیوں کی طرح سڑول ہے

اور ترے پسینے سے

زیتون کی مہک اٹھتی ہے

تیری زلفیں

فاتحین کے پھریروں کی طرح لہراتی ہیں

چن آرائی کے موسم میں

تہہائی کی چلچلاتی دھوپ میری جلد کو چاٹتی ہے

تو تیری قامت کا گھننا پیڑ

نجھے اپنی جانب بلا تا ہے!

ڈاکٹر جواز جعفری کی نظمی طرز کی ہے انھوں نے ”چن آرائی“، جیسے الفاظ استعمال کر کے مصروعوں میں پرانے لفظوں کو بھی نئے انداز میں برتا ہے۔ انھوں نے خوب صورت لڑکی کے استعارے میں خوب صورت دنیا کا خواب دیکھا ہے۔ جہاں حسن کی رلگنی، محبت، امن اور

تحفظ ہو۔ کبوتر امن کی علامت ہے، جواز جعفری کی اکثر نظموں میں کبوتر اور پرندوں کا ذکر ملتا ہے جو دراصل امن، آزادی، بلند پروازی اور محبت کا استعارہ ہے۔ اسی نظم کے یہ مصرع دیکھیے:

ہاتھی دانت سے بنے تیرے سینے کی منڈیر پر  
کبوتر پھر پھڑاتے ہیں

اور تیری زبان کے نیچے شہد کا چشمہ ہے  
جسے چکھنے کی آزو میں

میری زبان سوکھ کر کا نٹابن گئی ہے!

معاصر حالات کی تنجیوں، بد امنی اور انتشار کی فضائے جواز جعفری شدید بیزار نظر آتے ہیں اور وہ کسی خوب صورت جزیرے کو بسانے کی خواہش ظاہر کر رہے ہیں جہاں ہاتھی، گھوڑے اور تاتاری ہر نیا پہاڑی ڈھلوانوں سے نیچے اترتی ہوں۔ وہ آبشاروں اور دریاؤں کے بہاؤ میں امن اور سکون تلاش کرتے ہیں۔ ”گلاب کی پتیوں سے دوشیزہ کا اوس چننا“، جواز جعفری کے مزاج کی نرمی اور شفافگی کو ظاہر کرتا ہے۔ وہ جیسے اور جیسے دو کے نئے الا پتے ہیں لیکن جب حالات بدلتے نظر نہیں آتے تو لوگان کی شاخوں میں پناہ لیتے ہیں اور کسی اور دنیا میں رہنے کی تمنا کرتے ہیں۔ ان کے یہاں یہی تبادل دنیا کا خواب ہے۔ تبادل دنیا جو انھوں نے محبت اور امن سے خالی اس دنیا کے متوازنی آباد کی ہے۔ اور اس دنیا کی تشكیل ہی انھیں اردو شاعروں میں ممتاز بناتی ہے۔ وہ جنگ کی ستائی ہوئی اس ناقابل رہائش دنیا کو صرف مسترد ہی نہیں کرتے بل کہ لوگوں کو ایک تبادل دنیا کا خواب بھی عطا کرتے ہیں۔ یہ مصرع دیکھیے:

دریا تجھ سے بہنا سیکھتے ہیں

تیری ایڑھی میں

آب حیات راستہ بناتا ہے

اور میں

تیری نسلوں میں زندہ رہنے کا تمنائی ہوں!

(عمر روایا سے پرے، ص: ۲۳)

ڈاکٹر جواز جعفری کے اس شعری نمونے سے واضح ہو جاتا ہے کہ انھوں نے ہمدرد

ہوئی ہوئی غیر عرضی نظم پر قبولیت اور ستائش کا دروازہ کیا ہے۔ ان کی نظموں میں حسن و جمال سے والہانہ محبت کا احساس ابھرتا ہے۔ ان کا حسن جسمانی بھی ہے اور زینتی بھی بل کہ یوں کہیے تو زیادہ مناسب ہے کہ ان کا احساس جمال کائنات تک پھیلا ہوا ہے۔ فتحین کے پھریوں کی طرح اہر اتی زلفیں، مگول گھوڑیوں کی طرح سڈول جنم، زبان کے نیچے بہتے شہد کے چشمے، دھوپ میں کھلتی ہوئی بدن کی کپاس، انگوری چلہ سے باہر پوکڑی بھرتے شاداب بدن، تانبے کی طرح چمکتے وجود، آنجل کو دیکھ کر چھکتی توں قرح، حنائی ہتھیلیوں کا سایہ، مرمر میں انگلیاں، جلی کے پہاڑوں پر برستی بارشوں کے شرم، افغان وادیوں میں کھلے چراغِ لالہ، عراق میں روایا، اٹلی کی گندم کے سونے کے ہم رنگ خوشے، ہنکتی آوازوں کے سئے، سینے کے کھیتوں میں اگتی کپاس، سورج کی آنچ پر پکتے خوب صورت جسموں کے سئے، آسمان پر ستارے کاشت کرتی آنھیں، برازیل کے جنگلوں میں رقص کرتی لیموں رنگ تسلیاں، الماتا کے پہاڑوں پر گرتی برف اور محبت سے محروم جسموں کے سوئے ہوئے شہر جیسی جمالیات کے ذریعے وہ حسن کی ایک ناقابل یقین دنیا تخلیق کرتے ہیں۔ مثال کے لیے نظم ”سورج تیری ہتھیلی میں بجھ گیا“ دیکھیے:

تیری مٹھی سے گر کر

میری مٹی بانجھ ہوئی

اور تیرے بدن کی کپاس

کسی اور دھوپ میں حلنانے لگی

دسمبر کے لوٹنے سے پہلے ہی

سورج تیری ہتھیلیوں میں بجھ گیا

اور پہلی کے چاند کی درانی

میرے لہو سے آگ کاٹ کر لے گئی

میرے پاؤں سے

تیرے گھر تک برف راستہ بچاتی ہے

اور میرے جسم پر

تیرے وصال کی

آخری دھجی رہ گئی!

(عمرروال سے پرے، ص: ۲۶)

ڈاکٹر جواز جعفری کی شاعری میں احساس جمال نمایاں ہے۔ نظم ”تیری آنکھوں کا میرے خوابوں سے کیا رشتہ ہے؟“ ملاحظہ کیجیے:

اپنی انگوری چلہ سے باہر  
چوکڑی بھرتے شاداب بدن  
کسی مہرباں رُت میں  
میری خشک سالی پر پاؤں رکھ  
کہ تیری ایڑی میں  
میٹھے پانی کا چشمہ بہتا ہے  
جس کے کنارے میری پیاس اُگتی ہے  
میری دنیا سے  
بے آواز قدموں سے گزرنے والی  
میرے جسم کا سویا شہر  
تیرے پاؤں کی چاپ سے جا گتا ہے!

(عمرروال سے پرے، ص: ۳۱)

ڈاکٹر جواز جعفری کے شعری مجموعہ ”عمرروال سے پرے“ میں شامل احساس جمال کی دیگر اہم نظموں میں ”میں اور تیری آواز“، ”تیرا وجود رنگوں کی تخلیق سرا ہے“، ”تیری قامت کھجور کا پیڑ ہے“، ”تم خوشبو کے خاندان سے ہو“، ”تیرے ہاتھ پاؤں کا حسن“، ”میرا دل میری ہتھیلی پر دھرا ہے“ اور ”میرے گوشت سے تمھاری خوشبو اٹھتی ہے“ شامل ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری کی نظم کی جمالیات کے حوالے سے سید اذلان شاہ کا کہنا ہے کہ جواز جعفری کی نظموں کی جمالیاتی رعنائیاں شدتِ احساس اور کفایتِ لفظی کی بدولت نظم کو مصنوعی گھرائی سے نکال کر فنی لحاظ سے کچھ ایسے اجاگر کرتی ہیں کہ نفسِ مضمون مرصع نگاری کا نمونہ بن جاتا ہے۔ ان کی نظم میں ایک ایسی وضع داری پائی جاتی ہے جو خیالات کی گراں باری کو اسلوب بیان کا حصہ نہیں بننے دیتی۔۔۔

-- اُن کی نظموں میں رومان انگلیزی، اطمینان قلبی سے زیادہ تحقیق تجویز، زور دار اور حقیقت کے عین مطابق ہے جو ان کے ایک مکمل فنکار ہونے کی واضح دلیل ہے۔  
ڈاکٹر جواز جعفری نے اچھوتے موضوعات تک رسائی حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں کہ ان کی غیر عروضی نظم بڑی نظم کھلانے کی حق دار ہو گئی ہے۔ ان کی اساطیری پس منظر میں کہی گئی نظموں میں جو نسوانی کردار سامنے آتا ہے وہ ایک مثالی عورت ہے جو حسن کا مرقع ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری کے رومانوی اسلوب کی بلند آنکھی نظم "تیراوجو رنگوں کی تحقیق سراہے، میں دیکھیے:

رنگ لٹانے والی لڑکی ۔۔۔

تیرا جسم رنگوں کی تحقیق سراہے

تیرے جسم سے پھوٹنے رنگ

تیرے وجود پر پیراہن بناتے ہیں

تو سی قزح

تیرے آنچل کو دیکھ کے چھکتی ہے

(تیرا آنچل جس کے پلو میں میری نیند بندھی ہے)

تجھے چھوکر

میری پوروں میں گلاب مہکتے ہیں

تیرے ہونٹ عود کی شاخیں ہیں

جن کی خوشبو

میرے پھیپھڑوں کو زندگی بخشتی ہے!

(عمر روایا سے پرے، ص: ۳۹)

ڈاکٹر جواز جعفری کی نظموں میں فطری علامتیں اور رومانیت کی رو آفاقی تناظر میں ادراک کرتی ہیں۔ ان کے رومانوی افکار ایک مخصوص زاویہ نظر کی عکاسی کرتے ہیں۔ انہوں نے خوش آواز اور خوش شکل لڑکیوں کا ذکر محبت، امن اور حسن کے تناظر میں کیا ہے۔ انہوں نے لڑکی، شہزادی، دو شیرہ اور حسین عورت کے الفاظ بطور علامت استعمال کیے ہیں۔ وہ

اپنے ملک اور شہر کے حالات کی بہتری کے استغفارے میں ارباب اختیار سے مخاطب ہیں۔ جواز جعفری کہتے ہیں کہ اے حکمرانوں ذرا آنکھیں کھولو اور دیکھو کہ شہروں میں کس طرح بد امنی، انتشار، عدم تحفظ اور نفرت پھیلی ہوئی ہے۔ ذرا اپنی طاقت کا نشہ اتار کر اپنی رعایا کے حالات بھی دریافت کرو، اس نظم میں انہوں نے موجودہ حکمرانوں کے طرز حکومت پر طنز کیا ہے:

خوابوں کے بستر پر بے خرسوئی شہزادی!  
اپنی نیند سے بوجھل آنکھیں کھولو

کہ شبنم پر مہربانی ہو سکے  
اپنے شیم خوابیدہ جسم کو  
انگڑائی کی دعوت دو  
کہ آسمان کو گرنے سے روکا جاسکے  
شیم وادر پیکوں پہ پڑے  
مہمیں پر دوں کو سر کا کے  
شہر پر کرم کی نظر ڈالو  
کہ انہے دیکھنا آغاز کر سکیں!

(عمر روایا سے پرے، ص: ۱۷)

اس نظم میں جواز جعفری نے خوابوں کے بستر پر سوئی شہزادی سے مراد ارباب اختیار اور حکمران طبقہ لیا ہے۔ اپنی نیند سے بوجھل آنکھیں کھلنے سے مراد ہے کہ اے حکمرانو! اپنی طاقت کے نشے سے باہر نکلو، شبنم پر مہربانی سے مراد رعایا پر رحم کرو ہے۔ اپنے خوابیدہ جسم کو انگڑائی دو کوشان نے حکمرانو کو ہوش کے ناخن لینے کا کہا ہے۔ آسمان کو گرنے سے روکا جاسکے سے مراد انہوں نے ظلم و بربریت کو روکنالیا ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری منفرد اسلوب کے ترقی پسند نظم نگار ہیں جنہوں نے رومانی طرز اظہار میں بھی سماجی مسائل بیان کیے ہیں۔

ڈاکٹر جواز جعفری نے اپنی نظموں میں محبت اور نفرت کے دونوں موسیوں کی ترجیحانی کی ہے۔ انہوں نے محبت کو امن اور سلامتی کے لیے استعمال کیا ہے اور نفرت کو جنگ، دشمنی، بد امنی اور

بر بادی کا استعارہ بنایا ہے۔ ”محبت کا سبز موسم قریب ہے“ سے انھوں نے اچھے دنوں کے آنے کی امید ظاہر کی ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری شاعری کو روانیت کا فطری احساس اور اپنے ذہنی جمال کے پس منظر میں عصری حالات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ان کا یہی اسلوب انھیں معاصر نظم نگاروں میں منفرد مقام دلاتا ہے۔ مثال کے لیے نظم ”تیری آنکھوں کے دو موسم“ ملاحظہ کجیے:

محبت اور نفرت

تیری آنکھوں کے دو موسم ہیں

ٹونے میرے وجود کے شہر کو

محض چھ دنوں میں

(اپنی پوروں کے لمس سے) آباد کیا

اور پھر ساتویں روز

اپنی نفرت کی آندھی سے کھنڈ رکر دیا

جانتا ہوں محبت اور نفرت

تیری آنکھوں کے دو موسم ہیں

اور کوئی بھی موسم

مستقل نہیں ہوتا

مجھے لیقین ہے

تیری محبت کا سبز موسم قریب ہے!

(عمر روائی سے پرے، ص: ۱۳۷)

ڈاکٹر جواز جعفری کی نظموں میں احساسات، تصورات اور خیالی دنیا کا بہاؤ نشاط انگیزی اور تخلیقی رنگارنگی سے مملو ہے۔ ان کے رومانی افکار شخصی، ذاتی اور انفرادی نہیں بلکہ اجتماعی اور آفاقی ہیں۔ انھوں نے غیر عرضی نظم کو روایتی اور موضوعاتی یکسانیت کے حصار سے نکال کر وسعتِ مضامین دے کر بہتر سے بہترین کی طرف گامزن کر دیا ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری سماجی مسائل کو بھی رومانی کے پردے میں بیان کرتے ہیں۔ انھوں نے ملک پاکستان کو غریب، پسمندہ، ناتواں اور اپاچ بنا کر امداد دینے والے حکمرانوں کو متنبہ کیا ہے کہ ہمارا حق ہمیں عزت

سے دو، یہ ہمدردی جتنا کراور ترس کھا کر زکوٰۃ کی صورت میں لی جانے والی امداد اپنے پاس رکھو کیوں کہ ترس اور محبت میں فرق ہوتا ہے۔ جواز جعفری ارباب اختیار کے ایسے طرزِ عمل پر سخت برہم دکھائی دیتے ہیں۔ نظم ”محبت قرار دانہیں“ دیکھیے:

ہم تھیص مفت میں مل گئے

تو یہ مت سمجھو

کہ ہماری کوئی قیمت ہی نہیں

ہماری قیمت ان سے پوچھو

جن کے ہاتھ اور دامن خالی رہ گئے!

trs اور محبت میں فرق ہے  
اور جب تک تھیص ان میں فرق نظر نہیں آتا  
ہم بھی تھیص نظر نہیں آئیں گے

محبت ہمارا حق سمجھ کر ہمیں دو  
trs اور ہمدردی کی زکوٰۃ اپنے پاس رکھو  
ہم اپاچ نہیں ہیں!

محبت قرار دانہیں جسے توڑا نہ جا سکے  
بو سے زبان کے نیچے پڑے پڑے  
زہر بننے لگیں  
تو انھیں تھوکا بھی جا سکتا ہے!

ڈاکٹر جواز جعفری کی متنوع شاعری قاری کوفوراً متوجہ کرتی ہے۔ وہ انسان دوست اور محب وطن شاعر ہیں۔ انھوں نے انسانیت کے اذلی وابدی احساسات کی عکاسی نہایت عمدگی سے کی ہے۔ ان کی نظموں کی شعریات عالمی معیار کی ہے لیکن مناظر مقامی تہذیب کے آئینہ دار

ہیں۔ رس بھرا گنا، چیت کا مہینہ، چیت رُت، دھان کا پودا، شہتوت کے رس سے بھرے ہوئے، ہنستے ہوئے ہٹھے، موئی تکاریاں، کپاس جیسے جسم سب مقامی عناصر ہیں۔ اسی طرح انھوں نے مقامی مقامات لارنس گارڈن، ریس کورس پارک، باغِ جناح، قلعہ لاہور، بازارِ حسن، عبائب گھر اور مقامی شہروں کے ناموں کو متن کا حصہ بنایا ہے۔ اردو کے پیشتر نظم نگاروں کی نظم پر غزل کے گھرے سائے لہراتے رہے ہیں مگر جواز جعفری نے اپنی نظم پر غزل کا سایہ تک نہیں پڑنے دیا۔ ہمارے پیشتر نظم نگاروں کی نظموں میں ابھرنے والی سرزمینیں مقامی نہیں ہوتیں مگر جواز جعفری کی نظم کا سارالیڈ سکیپ مقامی ہے۔ انھوں نے نظم کے استعارے، تشیہات، علامتیں اور بہت سادو سرا مواد اپنے اردو گرد سے لیا ہے۔ یہ کام انھوں نے بے خیالی یا روادروی میں نہیں کیا بلکہ جمالیات کے مقامی زاویے کو عالمی جمالیات میں نہایت سلیقے سے آمیز کیا ہے اور یوں جمالیات کا ایک الگ اور نیا تصور ہمارے سامنے لائے ہیں۔ یہ جواز جعفری کی دین ہے کہ انھوں نے نظم کو اس کی جمالیات واپس لوٹا دی ہے۔ جواز جعفری اپنے فکری تنوع اور نئے ڈکشن کی بدولت معاصر حیث کو نئے تناظر میں پیش کرتے ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری کا ایک اور رومانوی انداز دیکھیے:

اب وہ چوڑیاں

کس کے نام پر چچھاتی ہیں؟

اور اُس کی پازیب کی آواز

کن دلوں پر دستک دیتی ہے؟

میرے حصے میں

اس کی بے توہبی کا زخم آیا ہے

(عمر رواں سے پرے، ص: ۱۱۱)

ڈاکٹر جواز جعفری کی نظموں میں شدید احساس، حالات کا تجربی، انسانی زندگی کی ترجیانی، صداقت، خلوص اور اسلوب کی بالیگی دکھائی دیتی ہے۔ وہ انسان کے شیدائی اور انسانی زندگی سے محبت کرنے والے شاعر ہیں۔ زندگی اور انسان سے محبت ہی انھیں جنگجوؤں اور اسلام پرستوں کے سامنے ڈٹ کر کھڑے ہونے کا حوصلہ عطا کرتی ہے۔ انھوں نے جنگ میں گھری

دنیا کے عین درمیان میں کھڑے ہو کر جنگ کی مخالفت کا جو نعرہ لگایا ہے وہ ہر کس وناکس کے بس کاروگ نہیں۔ یہ دوسروں کو جیئنے کا حق دلانے کے ساتھ ساتھ خود اپنی زندگی کے حوالے سے ایک بہت بڑا سک ہے مگر جواز جعفری گذشتہ ائمہ رسولؐ سے یہ سک لے چکے ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ ہر لمحہ زندگی میں حسن تلاشتے رہتے ہیں۔ وہ انسانی عظمت کے قائل ہیں، جا گیرداری، سرمایہ داری، ظلم و جبرا اور استھصال کی سخت مذمت کرتے ہیں۔ جواز جعفری تبادل دنیا کے خواب گر ہیں، ان کی نظیمیں حقیقت و خیال کا حسین امتزاج ہیں۔ ان کے یہاں ترقی پسندیت کی نیجے بھی رومانیت کی بازاگشت بنتی جاتی ہے۔ وہ تبادل دنیا کا خواب دیکھتے ہوئے ایک باغی کی مانند ابھرتے ہیں مگر ایک انقلابی کی طرح تبادل دنیا کا خواب بھی اپنے قاری کو عطا کرتے ہیں۔ انھوں نے احسانیت کے ہر جذبے کو شعر کے لبادے میں اتارنے کی کام یاب سمجھی کی ہے۔ جواز جعفری کی جذباتی روشن اور ذہنی جمالیات کا اندازہ نظم "تمہاری قامت رس بھرا گنا ہے" سے کیا جا سکتا ہے:

مجھے ملنے سے پہلے

تمہارا وجود ایک دفینہ تھا

جسے میں نے اپنی پلکوں سے کھود کر دریافت کیا

جسموں کے میلے میں

صرف یہی ایک جسم میرا ہے

جسے کائنات کی تمام تر خوبصورتیوں نے

مل کر تخلیق کیا ہے!

یعنی ہمارا جسم ہے کہ مکنی کا سٹھ

جوڑو بتے سورج کی مہم آگ پر پکا ہے

اس پر میری بھوک لکھی ہے!

ڈاکٹر جواز جعفری کی نظیمیں اگرچہ عالمی معیار و تناظر میں تخلیق ہوئی ہیں لیکن ان کا خمیر مقامی مٹی سے اٹھتا ہے۔ جواز جعفری کی شاعری اپنے وطن کا اعلان بڑی گھن گرج سے کرتی ہے۔ انھوں نے علامتیں اور استعارے مقامی تہذیب و ثقافت سے لیے ہیں اور علاقائی

موسوس، فصلوں، دلیلی مہینوں کے ناموں اور مشہور مقامات کو من بنایا ہے۔ نظم کا یہ ٹکڑا  
دیکھیے:

تمھارے ہونٹوں میں  
گندم کے کچھ خوشوں کا رس ہے  
جو میری رگوں میں  
میرے خون کے ساتھ دوڑتا ہے!  
تمھاری قامت  
رس بھرا گتا ہے  
جسکا تک کی مہربان دھوپ  
میرے لیے خوشِ ذائقہ بناتی ہے!

(عمرروال سے پرے، ص: ۶۰)

نظم ”میرے گوشت سے تمھاری خوشبواً ٹھتی ہے“، ڈاکٹر جواز جعفری کی جذباتی روشن  
کی عمدہ مثال ہے۔ اس نظم میں بھی انھوں نے لاہور کے مشہور مقام ”ریس کورس“ کو من بنایا ہے:  
کیا ہے:

جاتی بہار کے آخری لمحوں میں  
میں ریس کورس کے اداس نخ پر  
تمھاری یادوں سے نڈھال پڑا ہوں  
میں تمھارے ہونٹوں کی تازگی کا غم غلط کرنے کے لیے  
سو کھے پتوں پر اپنا نام لکھتا ہوں  
ایک زمانہ گزر جانے کے بعد بھی  
میرے گوشت سے  
تمھاری خوشبواً ٹھتی ہے  
نیلے سمندر کے کنارے ایستادہ اڑکی  
سمندر کا پانی

تمھاری آنکھوں کے بو سے کے لیے ہمکتا ہے  
جانتی ہو؟

مرے بو سوں سے پہلے تمھاری آنکھیں  
اس قدر خوب صورت نہ تھیں  
تمھاری آنکھیں  
سمندر کی طرح شفاف ہیں  
اور میری آنکھوں سے  
آنسوؤں کے بجائے  
تمھارا رنج بہتا ہے!

(عمرروال سے پرے، ص: ۱۱۹)

ڈاکٹر جواز جعفری کے رومانوی افکار کی لے غالص مشرقی ہے۔ انھوں نے پنجاب  
کے کھیتوں کھلیانوں، رہٹ، دھان، گندم، گنی اور گنٹا جیسی فصلوں کو من بنایا ہے۔  
تہذیب سے وابستگی کا اظہار کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری عالمی تناظر کی حامل ہونے  
کے ساتھ ساتھ مشرقی فضاؤں میں بھی سانس لیتی ہے۔ ان کی نظموں میں رومانیت کے وہ تمام  
عناصر دیکھنے کو ملتے ہیں جو رومانیت کی معراج ہیں۔ جواز جعفری کی شاعری سماج میں محبت کے  
نیچے ہوتی ہے:

تری آنکھوں کے زاویوں سے  
دن رات جنم لیتے ہیں  
لیکن  
ترے بدن کی ہری شاخ سے  
میرے حصے کا رزق جھیڑ لیا!  
میری آنکھیں  
ترے دیدار کی فاقہ کشی سے  
بچھ رہی ہیں

میں تجھ سے دور ہوتے ہی  
کتنا قریب ہونے لگتا ہوں!  
جانتی ہو؟  
محبتِ بلیک ہوں کی طرح ہوتی ہے  
جب تجھنے لگتی ہے  
تو اور چمک اٹھتی ہے  
اور اپنی کشش سے اندر ہیروں میں  
اپنی موجودگی کا پتادیتی ہے  
میں تعلقات کی مردہ زمین پر پھر سے  
محبت کے بیچ بورہ ہوں

(عمر رواں سے پرے، ص: ۱۲۲)

محبت اور عورت جواز جعفری کی شاعری کا ایک خاص استعارہ ہے۔ وہ ان دونوں کو بنیاد بنا کر ”تبادل دنیا کا خواب“ دیکھتے ہیں جو نہایت پر امن اور حسین ہے۔ اختر شیرانی بھی تبادل دنیا کا خواب دیکھتے ہیں لیکن ان کی یہ خیالی دنیا تسلیمِ قلب اور ذہنی آسودگی سے آگے نہیں جاتی جب کہ جواز جعفری کا انفراد یہ ہے کہ وہ اس پس منظر میں انسانی الیے کو بیان کرتے ہیں۔ وہ دوستِ دشمن، اپنے، پرانے، ملکی، غیر ملکی، مسلم اور غیر مسلم سب میں انسانیت دیکھنے کے تمنائی ہیں۔ وہ انسانیت کے قائلِ دشمن کو بھی دوست سمجھتے ہیں۔ انہوں نے اپنے رومانی تصور سے شاعری کو لطف اور سرشاری کے تاثر سے گزار کر اپنے نظریے کی ترویج کی ہے۔ ان کی انسان دوستی کے بعض شاعروں کی طرح محض فیشن نہیں ہے بل کہ انہوں نے انسان دوستی کی بنیاد پر پورے نظریے کی تشكیل کی ہے۔ اس کی ایک مثال نظم ”محبِ دھان کا پودا ہے“ دیکھیے:

محبت  
دھان کا پودا ہے  
جسے میں نے  
اپنے دل کے کھیت میں بویا ہے

اور اپنی آنکھوں کے رہٹ سے  
اسے سیراب کرتا ہوں!  
کاسنی آنکھوں والی لڑکی  
میرے آنسوؤں کی بیشگی کے لیے دعا کر  
کہ مجھے تیرے غم کے ساتھ طویل زندگی نصیب ہو!

(عمر رواں سے پرے، ص: ۱۰۹)

ڈاکٹر جواز جعفری نے اپنی نظم گوئی کے ایجاد کے کام یا بی دکارانی کے لیے رومانیت کو ایک بیچ کے طور پر لیا ہے۔ ان کی شاعری میں عورت، وطنی ماحدوں اور تہذیب کے ساتھ آئی ہے۔ کہیں دیہات کے فطری المزین کے ساتھ، کہیں دھوپ میں کھلتی کپاس کی طرح، کہیں آنجل میں چیختی توں قژح لیے، کہیں گندم کے کچھ خوشوں کا رس ہونٹوں میں لیے اور کہیں گئے کی سی قامت لیے نظر آتی ہے۔ ان سب لفظوں کو استعمال کر کے دراصل شاعر نے شاعری کا وطن متعین کیا ہے۔ اختر شیرانی جب اس دنیا کی تلخیوں اور جاگیرداروں کے جبرا و سخصال سے بیزار ہوئے تو انہوں نے الگ تصور کا ناتھ دیا اور کہا ”اے عشق! کہیں لے چل“ جب جواز جعفری خود کش حملوں، بم دھماکوں، جوہری ہتھیاروں، بدامنی، جنگ اور جنگی عزم سے بیزار ہوئے تو انہوں نے ”تبادل دنیا کا خواب“ کا تصور پیش کیا۔ اختر شیرانی اور جواز جعفری میں اس حوالے سے ابتدائی نوعیت کی نظری مماثلت محسوس ہوتی ہے۔

ڈاکٹر جواز جعفری نے غیر روانیتی لمحے کو عملی طور پر شاعری کا حصہ بنا کر معاصر نظم نگاروں خاص طور پر غیر عرضی نظم نگاروں میں ممتاز اور معتر مقام حاصل کر لیا ہے۔ انہوں نے روانیتی رومانوی انداز سے شعوری طور پر اخraf کر کے اور نئے موضوعات کی تلاش کے ذریعے کے نیا نحن دریافت کیا ہے۔ انہوں نے ناموس طریقہ اظہار کی بدولت فکری اور اسلوبیاتی ہر دو سطح پر غیر روانیتی تخلیقی اظہار کیا ہے۔ جواز جعفری کی نظمیں محبت اور امن سے پھوٹی ہیں ان کی نظم ”ویلنٹائن ڈے پر تمہارے لیے ایک نظم“ آج زندوں میں پھول باñٹنے کا دن ہے، ”محبت اور امن کی علامت اور نفرت کے خلاف ہیں۔

کیا ویلنٹائن ڈے بھی تمہارے بغیر گزرے گا؟

یہ سوچ کر میر اس نہادن تاریک ہونے لگتا ہے  
میری تمنا کے سرخ پھول  
جھیں آج تیری ہتھیلی پہ مہکنا تھا  
میرے اندر مر جمار ہے ہیں  
چجن آرائی کا موسم شہر کی دیوار تک آپنچا ہے  
میرے ارد گرد محبت کا جشن جاری ہے  
اہل دل پھول جمع کرنے میں مصروف ہیں  
اور میری مٹھی سے  
تیری تمنا کی آخری پتی بھی گرگئی!

(عمر روایا سے پرے، ص: ۸۲)

ڈاکٹر جواز جعفری کے رومانی افکار کی حامل دیگر اہم نظموں میں ”اس چہرے کے خدوخال مٹ رہے ہیں“، ”میں تمہاری یاد میں پرندوں کو رہا کرتا ہوں“، ”میں محبت کا خانہ بدوش ہوں“، اور ”میں تیرے فراق میں گریہ کرتا ہوں“ شامل ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری کی نظموں کے بارے میں سید اذلان شاہ مزید لکھتے ہیں:

”جواز جعفری نے نظم کی ترتیب میں غیر معمولی سوچ بوجھ کا مظاہرہ کیا ہے کیونکہ ابتداء سے لے کر اختتام تک کہیں بھی بے تو جہی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ موضوع پر ان کی گرفت کی مضبوطی ان کے الفاظ کو نہ صرف بے ترتیبی سے بچاتی ہے بلکہ ان کی بات کے اثر کو زور دار بھی بناتی ہے۔ کئی ایک نظموں میں انہوں نے بالکل سامنے کی بات کو اس انداز سے پیش کیا ہے کہ اچھوتے پن کی داد دیے بغیر نہیں رہا جا سکتا۔“

محبت کا موضوع رومانیت کی قدمی روایت ہے لیکن جواز جعفری کی نظموں میں محبت کا موضوع بالکل نئے تناظر میں محسوس ہوتا ہے۔ انہوں نے عشق و محبت اور جمالیات کے موضوع تک ہی رومانوی مطالب اور اصطلاحیں استعمال نہیں کیں بلکہ رومانیت کو معنوی وسعت دے کر ایک صحیح مندرجہ روایت قائم کی ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے روایت اور تہذیب کے پس منظر

میں رومانیت کی نئی منظر کشی کی ہے۔ جواز جعفری کی صورت میں رومانی شاعری کو نئے بجھ سے متعارف کرانے کی ایک مرتبہ پھر گنجائیں نکل آئی ہے۔ انہوں نے ایک نیا اور پہلے سے قدرے منحرف راستہ اختیار کیا ہے۔ اس لیے ان کی نئی نظم ایک الگ سفر پر گامزن نظر آتی ہے۔  
نشری نظم کی نوک پلک سنوارنے والے شعراء میں ڈاکٹر جواز جعفری کا نام سرفہرست جگہ پانے لگا ہے۔ انہوں نے تین چار دہے طے کرنے کے بعد متوڑتی نشری نظم کو نئی طاقت اور زندگی دی ہے۔ جواز جعفری نے عین اس لمحے نشری نظم کی مشعل کو اٹھایا ہے جب نظم پا انہیں کے سامنے پھیلنے لگے تھے۔ نشری نظم لکھنے والوں کی پہلی اور دوسری نسل کے شرعاً طاقت نیاں پر رکھ دیے گئے تھے۔ ایسے میں جواز جعفری نے آگے بڑھ کر اس مشعل کو تھام لیا اور ان کی نظم کی روشنی ہر جانب پھیلنے لگی ہے۔ جب نظم کی محفل اجتنے کے قریب تھی تو انہوں نے اچانک آکر ایک نئے لحن میں نظم خوانی شروع کر دی اور یوں اس نظم سرایاں ایک بار پھر زندگی اور رونقیں لوٹ آئیں۔ ان کی مسلسل لحن سرائی کا نتیجہ ہے کہ آج نشری نظم ایک بار پھر میں ستر یہ میں آکھڑی ہوئی ہے اور جواز جعفری کے گرد نظم نگاروں کا میلہ لگ گیا ہے۔ ان کی نظم سے فیض اٹھانے والوں میں ان کے معاصرین بھی شامل ہیں اور ان سینئر شعبہ بھی۔ حق تو یہ ہے کہ جواز جعفری نے نشری نظم کو مقبول فیشن بنادیا ہے۔ ان کی نظم نئی فکر، نئے تجربے اور مشاہدے کی حامل ہے۔ انہوں نے روایتی رومانوی تھیوری مکمل کرنے کے بجائے اپنے رومانی افکار نئے تناظر میں پیش کیے ہیں۔ ان کی رومانیت ہمدردی کے احساس، سچائی اور دلی جذبات سے مملو ہے۔

میں جلتے شہر سے نکل آیا  
میں نے زندگی کے نام پر  
ضمیر کا سودا نہیں کیا  
میرے گھر کے پچھوڑے جہاں فرات بہتا تھا  
اب وہاں مٹھی بھر ریت پڑی ہے  
میرا خلب  
میرے گیتوں میں زندہ ہے  
جسے میں اپنی مسماں کر دی گئی چھت سے بھی زیادہ  
محبت کرتا ہوں!

ڈاکٹر جواز جعفری نے اس نظم میں امن کی بات کی ہے۔ انہوں نے مختلف ممالک کا امن  
تاباہ کرنے والی قوتوں کی سخت الفاظ میں نہ ملت کی ہے اور بد امنی اور جنگ کا شکار ہونے والے ملکوں  
اور شہروں کو متن کا حصہ بنایا ہے تاکہ قاری تک وہاں کے حالات پہنچ سکیں۔ اس نظم میں انہوں نے  
حلب، اور دریائے فرات سے والہانہ محبت کا اظہار کیا ہے۔ ان کی نظر عالمی حالات و واقعات پر بھی  
ہے اور پوری دنیا میں جہاں کہیں بھی انسان درندگی کا شکار ہو رہے ہیں جواز جعفری نے اس پر آواز  
بلند کی ہے۔ انہوں نے عورت کا لفظ ایک خاص علامت کے طور پر استعمال کیا ہے۔ ان کے نزدیک  
عورت سے بچھڑ جانے سے مراد کسی شہر اور علاقے کا معدوم ہو جانا ہے۔ انہوں نے پودوں اور  
پرندوں کو امن اور محبت کے استعارے کے طور پر بتا ہے۔ اسی نظم کے یہ مصروف دیکھیے:

میری جگت کا نقشہ  
جسے میں نے ان سنہری پستانوں پر  
نقش کیا تھا  
کل رات کہیں کھو گیا ہے  
میں نے اس عورت کے بچھڑ جانے کے بعد  
پودوں سے سر بزر رہنا  
اور پرندوں سے

## ڈاکٹر جواز جعفری کی انتسابی نظمیں

### موضوع اور اسلوب

انتسابی شاعری کی روایت کوئی نئی نہیں کم و بیش تمام نظم زگاروں نے اپنے پیش رو، سینئر اور ہم عصر شعرا کی نذر نظمیں کی ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے بھی اپنے سینئر اور معاصرین کے لیے نظمیں لکھی ہیں۔ انہوں نے معنوں کی گئی شاعری کی روایت کو پھیلاتے ہوئے متعدد نظمیں ادب کے نام منسوب کی ہیں۔ انتسابی نظموں میں عام طور پر شخصی اوصاف بیان کیے جاتے ہیں اور اپنے قریبی ادب سے والہانہ محبت و عقیدت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ جب کہ جواز جعفری کی نظموں میں شعر اکو یہ بتانے کی سعی کی گئی ہے کہ نئے لحن اور سیاق و تناظر کی نظم اس طرح کہی جاتی ہے۔ انہوں نے شعر کے سامنے نظم کا ایک معیار رکھ دیا ہے۔

ڈاکٹر جواز جعفری کی نظموں کا کیوں بہت وسیع ہے۔ انہوں نے سیاسی اور سماجی حالات و تناظر کی عکاسی کرتے ہوئے بھی نظم کو کسی نہ کسی ادیب سے منسوب کر دیا ہے۔ جنگ مخالف نظموں کی بات کریں تو اس نوع کی کچھ نظمیں بھی ملتی ہیں۔ جواز جعفری کی نظموں میں حب وطن اور حب انسانیت کی جھلک نظر آتی ہے۔ وہ امن، محبت اور تبادل دنیا کی بات کرتے ہوئے بھی اپنے معاصرین کو خاطب کرتے ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری کی حفظی قسم کے لیے کہی ہوئی ایک نظم ”حلب میرے گیتوں میں زندہ ہے“، ملاحظہ کیجیے:

گزرے کل کے اندوختوں کی گلھڑی سر پر کھے

محبت کرنا سیکھا!

(متداول دنیا کا خواب، ص: ۲۹)

ڈاکٹر جواز جعفری نے اپنی نظموں میں سماجی روپوں کی عکاسی کرتے ہوئے لفظوں کا انتخاب اور استعمال بھی نئے تناظر میں کیا ہے۔ انھوں نے لفظوں سے نئے معنی اور محاورے نکالے ہیں۔ اس نظم میں انھوں نے ماضی کو یاد کیا ہے جب اس کے گھر کے پچھواڑے فرات بہتا تھا، انھوں نے اپنی یادوں کو ورق پر تسلط کیا ہے۔ وہ اپنی جنت کے نقشے کو سنہری پستانوں پر نقش کرتے ہیں اور جنگی کے جنگلوں کو بھی متن کا حصہ بناتے ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری کی جنگ مخالف اور امن سے متعلق لکھی ہوئی ایک نظم علی زاہد کی نذر بھی کی گئی ہے۔ انسان اس قدر انسانوں کو قتل کر رہا ہے کہ شاعر کہتا ہے کہ میرے شہر میں کفن فروشی کا کاروبار سب سے منافع بخش ہے کیوں کہ کفن اتنی کثرت سے پکتا ہے کہ دکاں دار مخنگ مانگے دام وصول کرتے ہیں۔ انھوں نے معاصر حالات اور انسانیت سوز واقعات کو نظم کیا ہے۔ ”متداول دنیا کا خواب“ میں شامل علی زاہد کے لیے لکھی نظم ”میں نیزے کی بلندی سے کلام کرتا ہوں“ دیکھیے:

میرے شہر پر

آ جمل کا سایہ ہے

یہاں کفن فروشی سب سے منافع بخش کاروبار ہے

زندگی سے وفاداری کے جرم میں

ہم نیزے کی آنیوں پر جی رہے ہیں

ہمارے زخم

ہمیشہ کی طرح آج بھی لو دیتے ہیں۔

ڈاکٹر جواز جعفری نے جنگ میں استعمال ہونے والے ہتھیاروں اور گھوڑوں کا ذکر اپنی نظموں میں متعدد بار کیا ہے۔ انھوں نے گھوڑا، گھوڑے کی زین، نیزے، تیر، کمان اور جنگجو بادشاہوں کے اساطیری قصے بھی بیان کیے ہیں۔ جواز جعفری معاصر حالات کی عکاسی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جنگی عناصر اور دہشت گروں کے ہاتھوں بستی کی آخری عورت بھی مر چکی ہے جو محاذ جنگ پر جانے والوں کا راستہ دیکھتی تھی۔ اب بستی میں زندگی کا کوئی ایک نشان بھی باقی

نہیں بچا۔ میری عمر لاشیں وصول کرتے ہوئے بس ہوئی ہے اب میں لاشیں گنتے تھک گیا ہوں۔ کوئی متداول دنیا ہو جہاں امن اور محبت کی خوشبو مجھے معطر کرنے آیا کرے۔ ڈاکٹر جواز جعفری معاصر انسانی روپیوں اور حالات کے تعزیزیہ بردار ہیں، اسی نظم کا اگلا حصہ دیکھیے:

میرا قیام گھوڑے کی زین پر نہیں  
زمیں کی گود بھی میرے لیے واہونا بھول گئی  
میں نیزے کی بلندی سے کلام کرتا ہوں  
یہاں میرے سوا  
سب آوازیں مر گئیں  
میرے شہر کو زندانِ نگل رہا ہے  
کل رات  
بستی کی وہ آخری عورت بھی مر گئی  
جوموت پر روانہ ہونے والوں کا راستہ دیکھتی تھی!

(متداول دنیا کا خواب، ص: ۶۰)

ڈاکٹر جواز جعفری نے اپنے شعری مجموعے ”عمر رواں سے پرے“ میں شامل ۲۳ نظموں کو معاصرین کی نذر کیا ہے۔ انھوں جنگ مخالف اور امن کے بارے میں لکھی ہوئی نظموں کے پنجابی زبان میں ترجمہ کیے ہوئے مجموعے ”میرا دل فاختہ دا آہناء“ کی ۲۱ نظموں کو مختلف ادبیوں سے منسوب کیا ہے۔ انھوں نے پنجابی ترجمہ شدہ مجموعے ”میرا دل فاختہ دا آہناء اے“ کی جنگ اور امن سے متعلق نظموں کو شیعیب بن عزیز، غلام حسین ساجد، ڈاکٹر ناصر بلوچ، سید نوید حیدر ہاشمی، ڈاکٹر اجمل نیازی، راجانیر، بھارتی وزیر اعظم نریندر مودی، غافر شہزاد، علی ارشد میر، اکرم سعید، مخدوم انتظام حسین (جوائز جعفری کے بڑے بھائی)، ڈاکٹر شبنم اسحاق، علی حسین جعفری (جوائز جعفری کا بیٹا)، اعزاز احمد آذر، اعظم ملک، ڈاکٹر صغیری صدف، احمد علیم، جان کاشمیری، مخدوم صادق حسین جعفری، (ڈاکٹر جواز جعفری کے والد)، عرفان صادق، مخدوم علی گوہر جعفری (جوائز جعفری کے دادا) اور مخدوم فضل حسین جعفری (جوائز جعفری کے پڑا دادا) کے ناموں سے منسوب کیا ہے۔ اپنے اجداد کے نام جو نظمیں منسوب کی ہیں ان میں بھی ڈاکٹر جواز

سے زیادہ اپنے گھوڑے سے پیار کرتے ہیں۔ وہ اپنے اونٹوں کو جنگی قلعے قرار دیتے ہیں۔ اس نظم میں بیانیہ انداز میں انھوں نے ایک جنگجو قبیلے کے ایک فرد کے طرزِ زندگی کا نقشہ کھینچا ہے۔

میرے تعلق ایک جنگجو قبیلے سے ہے

جو پچھلی کئی صدیوں سے جنگ کا شکار ہے

میرے کھیتوں میں فصلوں کی جگہ سرائے گتے ہیں

میں اپنے بچوں سے زیادہ

اپنے گھوڑے سے محبت کرتا ہوں

میرے اونٹ میرے جنگی قلعے ہیں

میں صدیوں سے

چڑا گا ہوں، چشموں اور اپنی آبرو کے لیے رہتا آیا ہوں

جنگ ہی میرا طرزِ زندگی ہے!

(عمرروال سے پرے، ص: ۳۰)

انسان پیدا ہی مرنے کے لیے ہوا ہے اس نے ایک نہ ایک دن ضرور فنا ہونا ہے اس لیے ڈاکٹر جواز جعفری کہتے ہیں کہ انسان کو تھیاروں سے مارنے کی ضرورت ہے؟ یہ تو خود اپنی موت مر جائے گا۔ وہ انسان کے ہی بنائے ہوئے اور انسان کے خلاف استعمال ہونے والے جو ہری تھیاروں کی تیاری اور انھیں جنگ میں استعمال کرنے کی شدید مذمت کرتے ہیں۔ نسرین انجم کے لیے لکھی ہوئی نظم ”محیے تھیاروں سے مارنے کی کیا ضرورت ہے؟“ ملاحظہ کیجیے:

میری زندگی

موت کی کوکھ سے پیدا ہوئی

اور میری آواز نے

خاموشی سے جنم لیا

چیسے امن کی کوکھ سے جنگ جنم لیتی ہے

میں رو ز ازل سے

مرنے کے لیے پیدا ہوا

جعفری کا کائناتی تصور نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری کی ڈاکٹر رشید امجد کے نام کی گئی نظم ”میں اپنے قبیلے کا رزمیہ نگار ہوں“، میں جنگجو قبیل کی رزمیہ نگاری کی ہے۔ جنگ کے موضوع پر لکھی اس نظم کا یہ تکڑا دیکھیے:

میرے قبیلے میں لوگ

صرف ایک بار پیدا ہوتے ہیں

مگر مجھے اپنی پیدائش کے تجربے سے

دوبار گزرنا پڑا

ایک بار تو میں اپنی ماں کی کوکھ سے پیدا ہوا

اور دوسری بار میں نے خود

بطور شاعر جنم لیا

ہر بار میں جنگ کی بھٹی کا ایندھن بنًا

میری پیدائش پر دنوں بار قبیلے میں جشن منائے گئے!

اس نظم میں شاعر نے خود کو اس قبیلے کا سپوت بیان کیا ہے جو بڑا بھادر اور جنگجو ہے۔

سب اسے قبیلے کی آبرو سمجھتے ہیں کیوں کہ جنگ لڑنے والوں کی صفت میں سب سے آگے ہوتا ہے۔ وہ اپنے قبیلے کی آبرو کے لیے اپنی جان بھی قربان کرنے کو تیار ہے۔ نظم کے یہ مصرع دیکھیے:

جنگ کا لوہا گرم ہونے کے بعد

میں لڑنے والوں کی اگلی صفت میں ہوتا ہوں

اور جنگ سے بھاگ جانے کا سوچ کر

مرے پاؤں پتھر کے ہو جاتے ہیں!

(عمرروال سے پرے، ص: ۲۸)

ڈاکٹر جواز جعفری اپنے سامنے سچے مقتل کو دیکھ کر جنگ مختلف نظمیں لکھتے ہیں۔

انھوں نے اسی موضوع کی ایک نظم ”جنگ میرا طرزِ زندگی ہے“، اپنے ہم عصر منصور آفاق کی نذر کی ہے۔ اس نظم میں بھی وہ اپنا تعلق ایک جنگجو قبیلے ہی سے ظاہر کرتے ہیں۔ جنگ جنگجو قبیلے اپنے بچے

میں چاہوں بھی تو  
موت سے بھاگ نہیں سکتا  
موت میرا مقدر ہے  
مجھے ہتھیاروں سے مارنے کی کیا ضرورت ہے؟

(عمرروال سے پرے، ص: ۱۰۶)

ڈاکٹر جواز جعفری کی نظم ”خدا کو کریدنے کی کوشش“ ان کے کائناتی شعور کی اہم مثال ہے۔ اس نظم میں انہوں نے کائنات کی تخلیق کا مقصد بیان کیا ہے۔ ساقی فاروقی معاصر نظم کے اہم شاعر ہیں۔ اس لیے جواز جعفری نے اس نئی نظم کو ان کے نام سے منسوب کیا ہے:

میں کائنات کے ابد آشنا سمندر میں تیرتی  
زمین کی بوسیدہ کشتی پر بیٹھا  
ماضی میں دریچہ داکر ہاہوں  
ماضی  
جو میرے تخیل سے بھی زیادہ قدیم  
اور عظیم ہے  
اور وقت میں دور تک پھیلی  
میری جڑوں کو  
استحکام بخشنہ ہے!

(عمرروال سے پرے، ص: ۳۷)

عبدالرشید، ڈاکٹر جواز جعفری کے ہم عصروں میں شمار ہوتے ہیں آزاد اور نشری نظم کے بڑے باکمال شاعر ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے ایک نظم ان کے نام بھی منسوب کی ہے۔ اس مختصر نظم میں انہوں نے انسان کو زندگی کا پیڑ کہا ہے۔ یہ نظم کائناتی شعور کی حامل ہے۔ نظم ”میں زندگی کا پیڑ ہوں، ملاحظہ کیجیے:

میرے ارد گرد بچھی بساط  
مرے لیے  
ایک معتمہ ہے

(عمرروال سے پرے، ص: ۱۲۹)

میں نے شہر میں ہمیشہ پھول تقسیم کیے ہیں  
اور دم توڑتے سپاہی کو پانی کا آخری گھونٹ  
پلانے والا بھی میں ہوں!

میں نے ہمیشہ پیٹ پر پتھر باندھ کر  
لشکر کو تو ان کیا  
آج میں سفید پر جم ہاتھ میں لیے  
لڑنے والوں سے دور کھڑا ہوں  
میں صرف امن اور آزادی کے ساتھ ہوں  
لڑنے والوں سے میری علاحدگی  
جنگ کی تباہ کاریوں سے  
مجھے لائق رکھ سکے گی؟

ڈاکٹر جواز جعفری سفید پر جم ہاتھ میں تھامے امن سے وفاداری کا ثبوت دیتے ہیں۔ ان کی شاعری قاری پر جنگ کی تباہ کاریاں عیاں کرتی ہے اور شہر میں امن کے پھول تقسیم کرتی ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری کے جنگ مخالف نظریے کی عکاسی کرتے مصرع دیکھیے:

میں امن کا وفادار ہیں  
مگر روئے زمیں پر ہر لڑائی  
ہمیشہ میرے خون پسینے سے لڑی جاتی ہے  
مجھے ہتھیار والوں سے کوئی نسبت نہیں

میں زمین پر قید  
زندگی کا پیڑ ہوں  
میری جڑیں  
وقت میں دور تک پوسٹ ہیں  
روشنی کے سہری ہاتھ میں  
جادوئی چابی ہے  
مری آنکھیں  
کائنات کا قفل کھلتے دیکھ رہی ہیں!

یہ پانی ہی زندگی کی کوکھ ہے۔ گویا اس نظم میں انھوں نے اس اہم راز کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ابتدائی زندگی نے سمندر ہی میں جنم لیا تھا۔ انھوں نے پانی کو زندگی کی کوکھ قرار دیا ہے جس سے محبتیں جنم لیتی ہیں۔ اس نظم میں انھوں نے بچپن کی لوری کا ذکر بھی محبت کے استعارے میں کیا ہے۔ حسین مجرد حکیم کی نذر کی گئی ان کی نظم ”سمندر کا پہلا ورق“، دیکھیے:

میں کائنات کے سمندر کا  
ساحلی باشندہ ہوں  
میری ہڈیوں میں  
سمندر کی محبت جاگتی ہے  
اور تلوؤں میں  
سرکش موجیں رینگتی ہیں  
پانی مجھے گھرائی سے پکارتا ہے  
پانی  
جو زندگی کی کوکھ ہے  
میرا بچپن  
اس کی لوری سے بندھا ہے  
پانی  
تاریکیوں سے مجھے سندیسہ بھیجتا ہے  
اور جیرتیں میری آنکھوں پر  
بوسوں کی بارش کر دیتی ہیں  
میں نے  
سمندر کا پہلا ورق الٹ دیا ہے  
دیوتاؤں کی آنکھوں میں  
خون اُتر آیا ہے۔۔۔۔۔!  
(عمرروال سے پرے، ص: ۵۰)

ڈاکٹر جواز جعفری دنیا کے ان چند شاعروں میں سے ایک ہیں جنھوں نے کائنات اور زندگی کے حوالے سے گہر اغور فکر کیا ہے اور اس حوالے سے اہم ترین سوال اٹھانے ہیں۔ کائنات پر شدید غور فکر کے بعد بھی وہ ایک معتمد ہی ہے۔ انسان زمین پر ایک پیڑ کی طرح قید ہے وہ چاہے بھی تو زمین کو چھوڑ کر کائنات کے کسی اور خطے میں آباد نہیں ہو سکتا یہی قید تھا اور ادا سی کو جنم دیتی ہے۔ جواز جعفری کے نزد یہ کوکھ روشنی وہ چابی ہے جو عنقریب کائناتی قفل کو کھول دے گی۔ اس نظم کے علاوہ بھی متعدد نظمیں ہیں جن کے ذریعے جواز جعفری نے کائنات اور زندگی کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ وہ واحد شاعر ہیں جن کے بیہاں ایک مربوط نظام فکر سامنے آتا ہے۔ انھوں نے زندگی اور کائنات کے حوالے سے اہم ترین سوالوں پر غور کیا ہے اور یہی سوالات ان کی نظم کو عظمت کے درجے پر فائز کرتے ہیں۔

ڈاکٹر جواز جعفری محبتیں باٹھنے اور نفرتیں ختم کرنے والے شاعر ہیں۔ ان کی شاعری محبت کا خزینہ ہے جو قارئین کے دلوں میں نرم گوشہ پیدا کرتی ہے۔ ان کی شاعری اعلا انسانی روایوں کی بازیافت کا نام ہے۔ وہ انسان میں حقیقی معنوں میں انسانیت پیدا کرنے کے تمنائی نظر آتے ہیں۔ آج کا انسان انسانوں سے دور بھاگ رہا ہے۔ پانی ان کی شاعری میں محبت اور کائناتی سمندر کی علامت ہے۔ اجرام فلکی جس میں تیرتے پھر رہے ہیں۔ زمین اس کا ایک ساحل ہے۔ انسان ابھی اس سمندر میں نیا نیا اتراتا ہے۔ یعنی اس نے کائنات نہیں کا آغاز کیا ہے۔

قدیم روایات اور مذہبی کلچر کے حوالے سے شاعر کا رؤیہ غیررواۃتی ہے۔ وہ کائنات کی مذہبی اور اساطیری تشریحات قبول کرنے کے لیے تیار نہیں اس نے عقل کی بنیاد پر کائنات اور زندگی کو سمجھنے کا آغاز کر دیا ہے۔ جس کے نتیجے میں دیوتاؤں کی آنکھوں میں خون اتر آیا ہے۔ گویا شاعر نے اس کائنات کو سمجھنے کا ایک تبادل نظام تخلیق کر کے دیوتاؤں کی ناراضی مول لے لی ہے۔ اپنی آنکھوں سے دیکھنا اور اپنے دماغ سے سوچنا یہی جواز جعفری کا خاص اسلوب ہے۔ اور یہی چیز انھیں اپنے معاصرین میں ممتاز بناتی ہے۔

ڈاکٹر جواز جعفری ایک نظم ”وقت کی بوسیدہ قبر کی اوٹ سے“ ڈاکٹر اختر شمار کے نام کرتے ہیں۔ اس نظم میں شاعر زندگی کی حقیقت بیان کرتے ہوئے موت کو فنا اور لا حاصلی کے استعارے میں استعمال کرتا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ انسان کو موت آ جاتی ہے لیکن اس کی زندگی کی خواہشات اور نارسانی ختم نہیں ہوتی:

وقت کی بوسیدہ قبر کی اوٹ سے

موت

(ہوا کے ہاتھ)

مجھے سدیسہ چھپتی ہے  
میں تخلیق کا گھننا پیڑ ہوں  
میری شاخ پر  
نظم چھپتا ہے

موت

میرے زندگی سے لبریز تنے پر  
نارسانی کا گیت لکھتی ہے!

(عمرِ رواں سے پرے، ص: ۵۶)

ڈاکٹر جواز جعفری کی نظموں میں اساطیری زاویے اور کائناتی شعور کسی نہ کسی صورت ضرور نظر آتا ہے۔ انھوں نے اپنی نظموں میں لفظ ”کائنات“ کا کثرت سے استعمال کیا ہے۔ کہیں یہ علامت واستعارے کے طور پر استعمال ہوا ہے اور کہیں زمانے اور دنیا کے معنی دیتا ہے۔ وہ

قدرت اور کائنات کی حقیقت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کائنات کی کوکھی سے روشنی اور زندگی جنم لیتی ہے۔ انھوں نے انسان کو ستارہ کہا ہے۔ کیوں کہ حیاتی ماحرین انسان کو بچھے ہوئے ستاروں کی راکھی قرار دیتے ہیں۔ جب کوئی ستارہ موت کے گھات اترتا ہے تو اس کی راکھا در ادھر سیاروں پر بکھر جاتی ہے اسی راکھ میں وہ عناصر موجود ہوتے ہیں جن سے زندگی تشکیل پاتی ہے۔ زندگی کا مجرہ اسی راکھ سے جنم لیتا ہے۔ شاعر انسان کو ستارا قرار دینے کے پیچھے بھی سائنسی اور کائناتی شعور کا فرماء ہے۔ ستارے اور انسان کی زندگی کے مرحل گھری میاثت کے حال ہیں۔ دونوں پیدا ہوتے ہیں، بچپن، جوانی، ادھیر عمری اور بڑھاپے کے زمانے گزارتے ہیں اور بالآخر موت کے گھات اتر جاتے ہیں۔ جواز جعفری اردو شاعری کی تاریخ میں ان انگلیوں پر گنے جانے والے شاعروں میں شمار ہوتے ہیں جن کے یہاں سائنس اور فلسفے کا گہرا شعور نظر آتا ہے۔ ان کی پیشتر نظمیں اسی سائنسی اور کائناتی شعور میں گوندھ کر تخلیق کی گئی ہیں۔ ڈاکٹر جاوید منظر کو مخاطب کرتے ہوئے نظم ”کائنات ایک عظیم کوکھ ہے“ ملاحظہ کیجیہ:

کائنات	
ایک عظیم کوکھ ہے	
(روشنی اور زندگی کو جنم دینے والی)	
انسان یا ستارہ ہونا	
دو باتیں نہیں ہیں	
میں ستاروں کا ماضی ہوں	
اور ستارے	
میرا مستقبل ہیں	
ستارے بھی ہماری طرح	
پیدا ہوتے ہیں	
زندہ رہتے ہیں	
اور مر جاتے ہیں	
(عمرِ رواں سے پرے، ص: ۵۸)	

انسان کائنات کے افق پر ایک مسافر کی طرح نمودار ہوتا ہے اور زندگی کا سفر طے کرتا چلا جاتا ہے۔ خاکی ہونے کے باوجود بھی آسمان کی بلندیوں کو چھوٹتا ہے۔ انسان ایک ہی وقت میں اپنے ماضی اور مستقبل کی طرف سفر اختیار کیے ہوئے ہے۔ ان کے نزدیک مستقبل میں سفر کرنا دراصل اپنے ماضی کی سیاحت کے مترادف ہے اور یہ ایک طرح سے وقت کی سیاحت کا بھی درجہ رکھتی ہے۔ ”میں وقت کا مسافر ہوں“ اس نوع کی اہم نظم ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری کی شاعری میں موت اور زندگی کا فلسفہ بیان کیا گیا ہے۔ ان کے یہاں موت بھی ان چیزوں ہے بل کہ وہ زندگی کی طرح ایک بڑی حقیقت ہے۔ ہمارے جسموں کا موت سے ہر وقت سامنا رہتا ہے مگر جسم کی مکمل ریزگی ہے۔ جب زندگی کے عناصر کی کمپوزیشن بکھر جاتی ہے تو انسان مر جاتا ہے مگر جواز جعفری کے نزدیک انسان مرنے کے بعد بھی زندہ رہ سکتا ہے۔ ان کا یہ نظریہ مذہبی نوعیت کے فلفے سے الگ ہے۔ ان کے نزدیک صرف جسم مرتا ہے افکار ہمیشہ زندہ رہتے ہیں کوئی فن کار زندہ رہنے والی تخلیقات اپنے پیچھے چھوڑ جاتا ہے تو وہ ہمیشہ زندہ رہ سکتا ہے۔ جواز جعفری کے پاس موت کو شکست دینے کا ایک واضح لائحہ عمل موجود ہے۔ ان کا ایک شعر بھی اس حوالے سے توجہ طلب ہے:

میں اپنے پیچھے چھوڑ آتا ہوں حرف و خل و اولاد  
میں مر کر بھی مکمل بے نشا ہوتا نہیں ہوں  
جو اخیر کے نزدیک انسان کے غیر معمولی خواب بھی اسے زندہ رکھتے ہیں۔ ان کا  
ایک اور خوبصورت شعر ہے:

میں اپنے بچوں کی آنکھوں میں بو رہا ہوں اے  
کہ میرے بعد رہے پوں ہی جاؤ داں مرا خواب  
موت کے بارے میں آدھ درجن نظمیں اس بات کی دلیل ہیں کہ جواز جعفری نے  
موت اور زندگی پر کس تدریجی اور انہاک کے ساتھ غور و فکر کیا ہے۔ انسان فانی ہے اور اسے  
ایک نہ ایک دن فنا ہونا ہی ہے۔ انسان زندگی کی رونقتوں میں کھو یا ہوا ہے اور اس بات سے مکمل  
بے خبر ہے کہ موت اس کے تعاقب میں ہے۔ اسی نوع کی ایک دوسری نظم ”میں زندگی کی تلاش  
میں مر رہا ہوں“ دیکھیے، یہ نظم شاعر نے اپنے یار عزیز و سیم اکرم کے نام کی ہے:  
میں زندگی کے سفر پر دواں دواں ہوں  
موت

اور تمہاری یادوں میں  
(عمرِ داں سے پرے، ص: ۱۵۶)

انسان ہر لمحہ زندگی کی تلاش میں رہتے ہوئے بالآخر موت کی وادی میں چلا جاتا ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری کی شاعری میں موت اور زندگی کا فلسفہ بیان کیا گیا ہے۔ ان کے یہاں موت بھی ان چیزوں ہے بل کہ وہ زندگی کی طرح ایک بڑی حقیقت ہے۔ ہمارے جسموں کا موت سے ہر وقت سامنا رہتا ہے مگر جسم کی مکمل ریزگی ہے۔ جب زندگی کے عناصر کی کمپوزیشن بکھر جاتی ہے تو انسان مر جاتا ہے مگر جواز جعفری کے نزدیک انسان مرنے کے بعد بھی زندہ رہ سکتا ہے۔ ان کا یہ نظریہ مذہبی نوعیت کے فلفے سے الگ ہے۔ ان کے نزدیک صرف جسم مرتا ہے افکار ہمیشہ زندہ رہتے ہیں کوئی فن کار زندہ رہنے والی تخلیقات اپنے پیچھے چھوڑ جاتا ہے تو وہ ہمیشہ زندہ رہ سکتا ہے۔ جواز جعفری کے پاس موت کو شکست دینے کا ایک واضح لائحہ عمل موجود ہے۔

زندگی اور موت

ایک ہی سلسلے کے دروغ ہیں

میرے اندر موت کا کھیل جاری ہے

گاہے گاہے

میرے جسم کے حصے مرتے رہتے ہیں

میں پھر بھی زندہ رہتا ہوں

موت

جسم کی مکمل ریزگی کا نام ہے

میرے جسم کے ریزہ ریزہ ہونے پر

تم غم زدہ مت ہو نا

اگر موت کے بس میں ہوتا

تو مجھے کب کی مارچکی ہوتی

میں اپنے فانی جسم سے باہر

ہمیشہ زندہ رہوں گا

اپنے انفلووں میں

میرے تعاقب میں ہے  
ایک روز میرے قدم  
بالآخر تم جائیں گے  
اور موت

مجھے فتح کر کے آگے بڑھ جائے گی  
جب مجھے بلا واؤ آئے گا  
تو میں تمہارے پاس  
ٹھہر نہیں پاؤں گا  
تم میری موت پر آزدہ مت ہونا  
میں مرنے کے بعد بھی یہیں رہوں گا!

(عمرروال سے پرے، ص: ۱۵۲)  
موت کے موضوع پر لکھی سلمان سعید کی نذر کی گئی ایک اور نظم "تم میری موت پر آزدہ مت ہونا" دیکھیے:

میری زندگی!

تم میری موت پر آزدہ مت ہونا  
میں نے تمہی سے زندگی کرنا سیکھا ہے  
تمہیں ملنے کے بعد

موت سے مجھے ڈر لگتا ہے  
میں اسے پہلے سے کہیں بہتر طور پر جانے لگا ہوں  
موت ہر لمحہ  
زندگی کی طرح میرے ساتھ ہے  
وہ میرے اندر بھی ہے  
اور باہر بھی  
میں اپنے جنم دن سے

موت کے سفر پر روانہ ہوا  
موت میری پگی دوست ہے  
وہ زندگی کی طرح بے وفا نہیں!

(عمرروال سے پرے، ص: ۱۵۲)

ڈاکٹر جواز جعفری نے سونامی کے حوالے سے ایک نظم "پانی کا سندیہ" کے عنوان سے لکھی ہے، انہوں نے ایک نظم کشمیر کے زلزلہ زدگان کے لیے بھی لکھی ہے۔ انہوں نے ایک کافی ڈاکٹر شاہدہ دلاور شاہ کے نام بھی منسوب کی ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری ایک محبت کرنے والے انسان ہیں۔ وہ دوست دشمن سب سے پیار کرتے ہیں۔ ان کی نظمیں باہمی اتحاد و یگانگت اور محبت سے رہنے کی تاکید کرتی ہیں۔ آج کا انسان خود غرض اور بے حس ہو گیا ہے۔ ایک دوسرے کا احساس نہیں رہا، باہمی محبت کم ہوتی جا رہی ہے۔ انسان نے اپنے اندر نفرت، کدورت اور کینہ پال کر معاشرے کی فضاظ ہر آزاد کر دی ہے۔ اشتفاق حسین کی نذر کی گئی نظم "ہم تہار ہنا سیکھ رہے ہیں" ملاحظہ کیجیے:

اُس نے ہمیں دیکھنے کے لیے دو آنکھیں دیں  
باہمی نفرت نے ہمیں دیکھنے کی صلاحیت سے محروم کر دیا  
سننے کے لیے دو کان دیے  
ہم نے ساعتوں پر بخیر پن کو ترجیح دی  
اُس نے ہمیں سانس لینے کے لیے  
بہت سی تازہ ہوادی  
ہم نے اپنے حصے کی ہوا کو خود ہی زہر آزاد کر دیا  
اُس نے ہمیں ایک معدہ اور بہت سی خوراک عطا کی  
تاکہ ہم کم کھائیں  
اور دوسروں کی اشتها کو محسوس کر سکیں  
گھر بہاری اپنی بھوک کم ہونے کا نام نہیں لے رہی!  
اس نظم میں ڈاکٹر جواز جعفری خدا کی دی ہوئی نعمتوں کا ذکر کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں

اے انسان! خدا نے تجھے دیکھنے کے لیے دو آنکھیں دیں تاکہ تو دنیا والوں کو محبت کی نظر سے دیکھ سکے لیکن تیرے اندر بھری ہوئی نفرت نے تجھے دوسروں کو محبت سے دیکھنے سے محروم کر دیا۔ خدا نے تجھے دوکان دیتا کہ اس سے تو دوسروں کی پیاری پیاری باتیں اور دکھن سکے لیکن تو اتنا بے حس ہو گیا ہے کہ تیرے پاس دوسروں کی باتیں سننے کے لیے بھی وقت نہیں رہا! تو نے تنہائی کا شکار ہو کر اپنی سماںتوں کو بخوبی کر دیا ہے۔ اے انسان! خدا نے تجھے ہو اجسی نعمت سے نوازتا کہ تو محبت کی فضا میں سانس لے سکے لیکن تو نے اسے بھی اپنی نفرت سے زہر آلو دبنا ڈالا۔ خدا نے تجھے بہت سارے عطا کیا ہے لیکن اس سے بھی تیری بھوک کم نہیں ہوئی۔ اسی نظم کے یہ مصرع دیکھیے:

اُس نے کچھ سوچ کر

دوكانوں کے مقابلے میں ہمیں ایک زبان دی  
تاکہ ہم کم بولیں اور زیادہ سینیں

مگر ہم نے اسے زخم لگانے کا ہمدرد سکھایا  
زبانوں نے ہمیں ٹکڑوں میں تقسیم کیا  
تقسیم نے جنگ کو ہوادی

اور جنگ نے کھوپڑیوں کے مینار بنائے  
ہمیں محبت اور دوستی کی ضرورت نہیں رہی  
ہم انسانوں کے بھوم میں  
تہارہنا سیکھ رہے ہیں!

(عمرِ رواں سے پرے، ص: ۱۲۵)

اللہ نے زبان دی ہے تاکہ ہم دوسروں سے پیار محبت سے بولیں لیکن ہم اپنی زبان سے دوسروں کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔ اس زبان نے ہمیں علاقائی تعصباً کا شکار کر دیا ہے۔ یہی زبان جنگوں کا باعث بھی بنی ہے اور ان جنگوں نے نہ جانے کتنے بلند کھوپڑیوں کے مینار بنائے ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے آج کے انسانی روپیوں پر طنز کیا ہے کہ اب ہمیں محبت اور دوستی کی ضرورت نہیں رہی کیوں کہ ہم نے اب تہارہنا سیکھ لیا ہے۔

ڈاکٹر جواز جعفری نثری نظم کے غیر روايتی شاعر ہیں۔ انہوں نے ما بعد جدید اردو نظم نگاروں سے قدرے مختلف اسلوب اور موضوعات کا انتخاب کیا ہے۔ اس دنیا سے بیزار اور اکتا کر جس طرح انہوں نے تبادل دنیا کا خواب دیکھا ہے اسی طرح وہ نئی نظم بھی نئے تناظر میں تخلیق کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے اپنے انتسابی نظموں کے ذریعے اشاروں کنایوں میں نظم نگاروں کو راستہ دکھادیا ہے کہ معاصر نئی نظم کے لیے اس طرح کے اسلوبیات اور موضوعات کا تقاضا کرتی ہے۔ مثال کے لیے ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا کے نام کی گئی نظم ”کسی اور مٹی کا خواب“ پیش کی جاتی ہے:

میرے حصے کے آسمان نے

یکسانیت اوڑھ لی

اور میری آنکھوں نے

آسمان کے نیلے صفحے پر

اپنی بینائی سے

اکتا ہٹ لکھ دی

اب یا آنکھیں

کسی اور مٹی

اور موسم کا خواب دیکھتی ہیں

یہیں کہیں

میری زمیں کے ہمسائے میں

مجھے ایک پوشیدہ رستے کی تلاش ہے

جو کسی آن دیکھی دنیا کی

نقاب کشائی کے لیے

میرا منتظر ہے

(عمرِ رواں سے پرے، ص: ۶۹)

ان کی اکتا ہٹ صرف شاعری کے اجتماعی موضوعات اور مشترک کحن تک محدود نہیں بل

کہ وہ بھیاروں کے سامنے میں زندگی کرتی اس دنیا سے بھی اکتا جاتے ہیں اور اس دنیا کو چھوڑ کر آسمان کے اُس پار کسی نئی دنیا کو بسانے کا خواب دیکھتے ہیں۔ ایک کائنات سے نکل کر دوسرا کائنات تک رسانی کا راستہ ان کے نزدیک بیک ہول ہے جو تاریکی میں نظر تو نہیں آتا مگر موجود ضرور ہوتا ہے۔ شاعر کے نزدیک برباد ہوتی ہوئی اس دنیا سے نجات کا بھی اک راستہ ہے۔

ڈاکٹر جواز جعفری نے اس نظم میں علمی انداز اپنایا ہے۔ معاصر نظم یکسانیت کا شکار نظر آتی ہے اس لیے جواز جعفری اس یکسان شعری رجحان سے اکتا نے کے بعد نئی نظم کے لیے نیاراستہ تلاش کرنے لگ پڑے ہیں۔ ان کی نظم کا اسلوب آن دیکھا اور نیا معلوم ہوتا ہے۔

ڈاکٹر جواز جعفری نے عرصہ سے جمود اور یکسانیت کی شکار نئی نظم کو نیا تناظر عطا کر دیا ہے اور اپنی نثری نظموں کو کوہو کا بیل نہیں بننے دیا۔ شوہر اور بیوی کے رشتے اور محبت کو بھی جواز جعفری نے نئے انداز میں بیان کیا ہے۔ شریک حیات بھی آدمی کو کام یاب بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ وہ اپنے شوہر کے غم میں برابر کی شریک ہو کر اس کے حصے کے غم بھی بانٹ لیتی ہے۔ یہ نظم دراصل ان عورتوں کی تحسین کرتی ہے جو اچھی بیویاں ثابت ہوئی ہیں۔ اس بات کو ڈاکٹر جواز جعفری نے اپنی نظم "صائمہ جعفری کے لیے" میں شعری زبان میں اس طرح بیان کیا ہے:

اُس عورت کے بعد

(جس نے اپنی کوکھ کی جگت میں پورے نو مہینے میری میزبانی کی)

مجھے تخلیق کرنے والی

تم دوسرا عورت ہو

اُس نے

اپنی کوکھ کے اجلے صفحے پر

متاتا کی زبان سے مجھے تحریر کیا

تم

اپنی زندگی بخش پوروں سے

مجھے محبت کی زبان میں ترجمہ کر رہی ہو

اور وہ کبھی اٹھا رہی ہو

جو تمہارے حصے کے نہ تھے  
تم نے میری ماں کے فن پارے کو  
نئے سرے سے تخلیق کیا  
اور میری خواب گاہ کو  
اپنے نگارخانے میں بدل ڈالا  
جہاں اب  
تمہارے اپنے فن پارے دھرے ہیں  
جنہیں تم نے  
اپنے حصے کی آکسیجن  
اور تو انائی سے تخلیق کیا ہے!

(عمرروال سے پرے، ص: ۱۱۳)

ڈاکٹر جواز جعفری کی معاصرین سے منسوب کی گئی دیگر اہم نظموں میں "مغرب سے طلوع ہوتے سورج (احمد فقیہ کے لیے)"، "عجلت کی سزا" (ڈاکٹر اصغر ندیم سید کے لیے)، "میرا سر قلم کے آگے جھلتا ہے" (شیعہ بن عزیز کے لیے)، "ایک نئی ابجد کی تلاش" (ظفر اقبال کے لیے)، "اس سیارے کی پہلی موسیقار" (احمد علیم کے لیے) "میں اور بر ازیل کے جنگل، (جنیندر بلو کے لیے) شامل ہیں۔

ڈاکٹر جواز جعفری کی انتسابی نظمیں مجموعی اعتبار سے غیر روایتی اور اپنی طرز کی نئی نظمیں ہیں کیوں ان میں انھوں نے روایتی یکسانی کو تجھ دیا ہے اور شخصیات کی خوبیوں اور اوصاف کا ذکر نہیں کیا۔ جواز جعفری نے نہ تو اپنے معاصرین کی خامیوں کی نشاندہی کی ہے اور نہ ہی مبالغہ آرائی کرتے ہوئے ان سے والہانہ محبت و عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انھوں نے معنوں کی گئی نظمیں اپنے معاصرین کو متوجہ کرنے کے لیے کہی ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے اپنی نظموں میں داخلی کیفیات کے ساتھ ساتھ خارجی حالات کا ذکر نہایت خوش سلیقگی سے کیا ہے۔

جس طرح معین احسن جذبی، فیض، سجاد ظہیر، مجاز اور اختر اور یونی کے گرویدہ رہے،

ای طرح جواز جعفری بھی اپنے معاصرین سے دوستی، والہانہ محبت تو کرتے ہیں ان کے پچھر جانے کا غم بھی انھیں ہوتا ہے لیکن جذبی اور دوسرے نظم نگاروں کی طرح ”جرم بے گناہی“ میں فیض و سجاد ظہیر کو اول پنڈی سازش کیس میں ہونے والی سزاوں کا ذکر جذبائی انداز میں نہیں کرتے۔ ڈاکٹر جواز جعفری کو حالات کی ناسازگاری اور ظلم و جبر کا اندازہ تو بخوبی ہے لیکن وہ اپنے عہد کے سیاسی اور سماجی حالات کا نقشہ کھینچتے ہوئے انتقامی نظرے بازنہیں بنتے۔

ڈاکٹر جواز جعفری نے اپنی معنوں کی گئی نظموں میں جذبائی انداز میں معاصرین کو خراج تحسین پیش کرنے اور ان کی عظمت کا اعتراف زمانے سے کروانے کے بجائے قارئین کو اپنی نظم کے نئے اسلوب اور موضوعات سے آشنا کیا ہے۔ وہ معاصرین کی دوستی اور محبت کو یاد تو کرتے ہیں لیکن جذبائی طور پر اسے متن کا حصہ نہیں بننے دیتے۔ ڈاکٹر جواز جعفری کا انفراد یہ ہے کہ وہ روایتی شعر کی طرح ماہ جمالوں، ہلالوں، شوالوں اور صبح ناپید کے اجالوں میں اپنے عزیز، دوست اور معاصرین کو زندہ نہیں کرتے اور نہ ہی اپنی شخصیت اور شاعری کو اس میں گم ہونے دیتے ہیں۔ ان کے افکار و محسوسات میں تازگی اور پاکیزگی کا عنصر نمایاں ہے۔ ان کی زبان و بیان میں سادگی اور سلاست ملتی ہے اور لفظوں میں موزونیت اور دل آویزی دلکھائی دیتی ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری کی نئے رنگ و آہنگ اور اپنی طرز کی معنوں کی گئی نظموں سے ایک انفرادیت قائم ہوئی ہے۔ اور یہی انفرادیت انھیں ہم عصر نظم نگاروں سے الگ کرتی ہے۔

## ڈاکٹر جواز جعفری کی نظم نگاری

نیا تناظر

ڈاکٹر جواز جعفری کی نظم کا اسلوب اس لیے نیا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں جنگ مخالف، امن پسندی، محبت، انسان دوستی، کائناتی شعور، فطرت شناسی، اساطیری زاویے اور سماجی شعور ایک ساتھ تخلیقی عمل کا حصہ بنتے ہیں۔ انھوں نے عالمی شاعری کا مطالعہ کر کے نئی نظم کا معیار مقرر کیا ہے۔ ان کی نظم نگاری میں موضوع، خیال، تمثیل، علامت، تشبیہ اور استعارے کی سطحیوں پر تازہ کاری کا ایک سلسلہ نظر آتا ہے۔ انھوں نے اپنی غیر عرضی نظموں میں عورت کو عالمی انداز میں استعمال کیا ہے یوں محسوس ہوتا ہے کہ انھوں نے ”تبادل دنیا کا خواب“، ”تبادل نظم نگاری کی خواب گاہ میں دیکھا ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری کا انفراد یہ بھی ہے کہ ان کی ترقی پسند مراحتی فکر عالمی مراحتی تحریک کا حصہ بھی بنتی ہے۔ محبت ان کی شاعری کا، ہم استعارہ ہے، انھوں نے امن کی خواہش کا پرچم اٹھائے دشمن کی گولی کا جواب گلاب کے پھول سے دیا ہے۔ آنے والے وقتوں میں یقیناً جواز جعفری کی نظموں میں اور محبت کے پھول کے طور پر پیش کی جائیں گی۔ ڈاکٹر قبسم کاشمیری، ڈاکٹر جواز جعفری کی نئی نظموں سے متعلق رقم طراز ہیں:

”جو از جعفری کی نثری نظموں جدید اردو شاعری میں ایک اہم اضافہ ہیں  
جن میں آزاد نظم کی نسبت وہ ایک بلند شعری تجربے سے گزرے ہیں۔  
اس میں کوئی شک نہیں کہ آزاد نظم کے مقابلے میں نثری نظم کے اندر تخلیقی

عمل کے وسیع امکانات نظر آتے ہیں۔ میرے خیال میں اگر وہ آزاد نظم  
کی صنف کو اختیار کرتے تو وہ مجھیلہ، احساس اور لاشعور کی کی وہ دنیا ہرگز  
نہ بنا سکتے جو وہ نشری نظم میں بن پائے ہیں۔“

ڈاکٹر جواز جعفری نے شہر کے آشوب کا الیہ بیان کرتے ہوئے طرز تخلیق نیا بتا  
ہے۔ انھوں نے نشری نظم کی صورت میں ملکی اور عالمی دگر گوں حالات اور گریز ای زاری جیسی کیفیات  
کو بھی پیش کیا ہے۔ انھوں نے ”لاہور کا نوحہ“ اور پاکستانی نظموں میں لاہور  
سے اپنی محبت کا اظہار تو کیا ہے لیکن لاہور کو انھوں نے مرکزی علامت کے طور پر لیا ہے۔ ڈاکٹر  
جواز جعفری نے مقامات اور اشخاص کے ناموں کو متن کا حصہ بنانے کا رسمیں کے لیے شاعری کا وطن  
دریافت کرنا آسان بنادیا ہے۔ انھوں نے نظم ”لاہور کا نوحہ“ میں ناصر کاظمی، اے حمید، یونس  
ادیب، منو بھائی، جاوید شاہین، احمد علیم، صدر میر، شورش، فیض، استاد بڑے غلام علی خان، استاد  
ناظم علی خاں اور بودلیز کا ذکر کیا ہے۔ اس نظم میں انھوں نے شخصیات کے علاوہ اکلوتے بازار  
حسن، عجائب گھر، میانی صاحب (قبرستان) جیسے مقامات کو متن کا حصہ بنایا ہے۔ جس کے نتیجے  
میں ان کی نظم زمین سے اپنی وابستگی کا اظہار کرتی دکھائی دیتی ہے۔ نظم کے متن میں شامل شہروں،  
باغات اور شخصیات کا ذکر وہ ہمیشہ محبت کی وارتگی سے کرتے ہیں جس سے ان کی وطن دوستی،  
انسان پسندی اور فطرت سے محبت کا پتہ چلتا ہے۔ اپنے اردو گرد پائے جانے والے اشخاص اور  
مقامات کے تذکرے سے قاری کی نظم میں دلچسپی دوچند ہو جاتی ہے۔ نمونے کے لیے نظم ”لاہور کا  
نوحہ“ کے یہ حصے دیکھیے:

روز اس شہر سے

جو ان مرگوں کے لائے اٹھتے ہیں

نوحہ گری کی رسم

آخری دمouں پر ہے

اس شہر کا نوحہ لکھتے لکھتے

منو بھائی کے ہاتھ شل ہو گئے

جاوید شاہین کے نوحہ گر ہاتھوں کو

فنا کی دیکھ چاٹتی ہے  
پرانے نوحہ گروں کی نئی نسلیں  
آبائی پیشے کی طرف  
پیٹھ کیے کھڑی ہیں  
شہر کو نوحہ گروں کی تلاش ہے  
یہ شہر مر رہا ہے!

شہر کے نقش و نگار  
آلودگی کی بارشوں کی زد پر ہیں  
میں احمد علیم کی معیت میں  
اپنے گمشدہ شہر کو ڈھونڈتا ہوں  
جو صدر میر کی تحریروں میں زندہ ہے  
یہ شہر مر رہا ہے

استاد ناظم علی خاں اب یہاں نہیں ہوتے  
ناقدی کے تمحنے سینے پر سجائے  
وہ میانی صاحب نقل مکانی کر گئے ہیں  
لاہور کے عجائب گھر میں پڑی ان کی سارگی کو  
ریزگی کا سامنا ہے  
جہاں بہت سے ایڑیاں رگڑتے ساز  
اپنے بجانے والوں کے فراق میں پڑے  
گریہ کرتے ہیں  
یہ شہر مر رہا ہے!

لاہور شہر چوں کہ دنیا کے بڑے تخلیقی، ثقافتی اور تجارتی شہروں میں شمار ہوتا ہے اس لیے شاعر نے لاہور کو متن کا حصہ بنایا ہے۔ یہ نظم ایک طرف لاہور سے شاعر کی والہانہ محبت کو سامنے لاتی ہے اور دوسری طرف وہ اس نظم کے ذریعے اُس لاہور کی بازیافت کرتے ہیں جس کے خدوخال، قدیم ثقافتی روایات اور انسانی اقدار تیزی سے ماضی کا حصہ بن رہی ہیں۔ پرانا لاہور ہو، اس کی تاریخی عمارتیں ہوں، موت کے گھاٹ اترتاد ریائے راوی ہو یا راوی کے ملاجou کے گیتوں کے گم ہوتے ہوئے متون ہوں یا پھر دم توڑتے اعلاء انسانی روئیے۔ جواز جعفری نے ہر صورت حال کی زندہ تصویریں پیش کی ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری کی یہ آشوب نما نظیمیں نوح گری کی شعری روایت کو ایک نیا انداز دیتی ہیں۔ انھوں نے جہاں لاہور کے دیگر تاریخی مقامات کا ذکر کیا وہاں پاک ٹی ہاؤس کو بھی متن کی زینت بنایا ہے۔ پاک ٹی ہاؤس کی ایک تاریخی چائے خانہ ہے جو پاکستانی ادیبوں کی بڑی بیٹھک ہے۔ اس چائے خانے میں ہونے والی رسمی اور غیر رسمی مغلبوں میں ادیب و شاعر اپنی تخلیقات پیش کرتے ہیں اور ادبی مسائل پر بحث ہوتی ہے۔ نظم ”پاک ٹی ہاؤس کا نوحہ“ میں ڈاکٹر جواز جعفری پرانے پاک ٹی ہاؤس کی بات کرتے ہیں:

رینگتے ہوئے ٹاڑوں کے درمیان  
نیاٹی ہاؤس جنم لے رہا ہے  
ان دکانوں کو  
توسیع کا عارضہ لاحق ہے  
نئے ٹی ہاؤس میں  
نئے کاروباری روقیوں کا سکھ چلتا ہے  
اس کی شناخت  
دل نہیں  
معدہ ہے  
میری آنکھیں  
جس فرنچپر کو یکھنے کی عادی تھیں

وہ چو برجی کے کہاڑی کی دکان میں پڑا  
اپنی در بدری پر  
آنسو بہاتا ہے!  
اس نظم میں شاعر نے پاک ٹی ہاؤس کی تاریخی اہمیت کو جاگر کیا ہے اور ادیبوں کے بیٹھنے کی اس جگہ سے عشق کا اظہار کیا ہے۔ جواز جعفری اس نظم میں اس بات کا تذکرہ کرتے ہیں کہ پاک ٹی ہاؤس اہم ادبی تحریکوں کا مرکز رہا ہے۔ اس نظم میں انھوں نے لاہور کے مقامات سمیت ان ادیبوں کے نام شامل کیے ہیں جو اس چائے خانے میں ہونے والی ادبی نشستوں میں شرکت کرتے رہے اور جواز جعفری خود بھی اس منظر نامے کا حصہ رہے۔ جواز جعفری پاک ٹی ہاؤس کی ماند پڑتی ہوئی ادبی سرگرمیوں پر نوحہ خوانی کرتے ہیں کہ اب ٹی ہاؤس کی میزوں پر ادیب کم اور محبت کرنے والے جوڑے زیادہ بیٹھتے ہیں:  
نئے ٹی ہاؤس کے خوش پوش دیڑ کو دیکھ کر  
مجھے الہی بخش کی یاد آتی ہے  
جس کے میلے اپرن سے  
اپنا بیت کی بُوآتی تھی  
یہاں وہ ستوں تھا  
جس کے سائے میں  
امانت علی خاں کے سُر جاگتے تھے  
اور بل کھاتے زینے کے سائے میں  
اس رازی دیدی کی قبر تھی  
جس کا بھتتا ہوا چراغ  
ہر جمعرات کے روز  
میرا جی کی راہ دیکھتا ہے!  
ٹی ہاؤس کی بالائی منزل میں  
حلقة اربابِ ذوق

بستر مرگ پر پڑا  
غافر شہزادی کی راہ دیکھتا ہے  
اتوار کے روز سر شام  
چند درے سہمے ادیب  
دم توڑتے حلقة کو  
خون کا عطیہ دینے آتے ہیں!

(وصل سے خالی دن، ص: ۱۳۵)

ڈاکٹر جواز جعفری ادبی، ثقافتی، تہذیبی اور سماجی تباہ کاریوں پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ اس لیے وہ شدید ذہنی تناؤ کا شکار نظر آتے ہیں۔ یہی ذہنی تناؤ ان کی نظموں کو نوحہ بناتا ہے۔ ان کی نظموں کا انداز اور سلیقہ نئے تناظر میں پروان چڑھتا ہے۔ اس لیے ڈاکٹر جواز جعفری کی نظم جدید اردو نظم کی روایت سے میکر مختلف ہے۔ انہوں نے اس قدر نئے شعری تجربات سے نظم کو آشنا کیا ہے کہ وہ ایک روایت اور رجحان ساز غیر عرضی نظم نگار کے روپ میں سامنے آئے ہیں۔ سماجی شعور اور اپنے عہد سے جڑنے کی بہت سی شکلیں اور ضوابط ہیں۔

ڈاکٹر جواز جعفری نے بالکل نئے انداز میں زندگی کے معاملات میں دلچسپی ظاہر کی ہے۔ وہ اپنی نظموں میں اجتماعی شعور کی بات کرتے ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری کی نظمیں ”لاہور کا نوحہ“ اور ”پاک ٹی ہاؤس کا نوحہ“ پرانے لاہور کی یادتاہ کرتی ہیں۔ وہ ایک نئے انداز سے اپنے نسلیجیا کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کی نئے تناظر میں کہی نظموں کا کینوس نہایت وسیع ہے۔ شاعر کا کمال یہ ہے کہ وہ جس تخلیقی سرزی میں پر اترتے ہیں اس زمین پر دوبارہ کبھی پاؤں نہیں رکھتے۔

وہ ہمیشہ نئے نئے جہانوں کی تلاش میں رہتے ہیں۔ کبھی وہ اپنے حال کے تہذیبی ورثے کو کھنگاتے ہیں اور کبھی ماضی بعد میں جانکلتے ہیں۔ حتیٰ کہ انہوں نے آفرینش کے اولین لمحوں اور تخلیق ہوتی کائنات کے مختلف مراحل کو بھی نہایت کام یابی سے نظم کے کینوس پر اتنا را ہے۔ کائنات کی تخلیق، وقت کی پیدائش، کہکشاوں کی تشکیل، زندگی کے آغاز و انجام، انسانی تاریخ، تہذیبی عمل کے فروع، جڑوں کی تلاش، انسانی فکر کے آغاز و ارتقا اور آرزوں کی تصویر یہی نہایت عمدگی سے کھنچتی ہیں۔

ڈاکٹر جواز جعفری کی تمام شعری جہات واضح ہو کر سامنے آتی ہیں۔ ان کی نظموں کا نوع قارئیں کوفوری متوجہ کرتا ہے۔ وہ انسان دوست، محب وطن، فطرت شناس اور سماجی شعور کے ساتھ ساتھ انسان کے جذبات و احساسات بھی کامیابی سے منعکس کرتے ہوئے نئی نظم کے تمام تقاضوں کو ہرمندی سے انجام دیتے ہیں۔ انگوری جلد سے باہر چوکڑی بھرتے شاداب بدن والی لڑکی، لائق لڑکی، اپنی آواز سے میجانی کرنے والی خوش آواز لڑکی جیسی علامتوں سے آفاتی محبت کا پیغام دیتے ہیں۔ پرمان اور حسین دنیا کی بات کرتے ہیں، ایسی علامتوں سے زندگی اور امیدوں سے جینے کا سہارا لیتے ہیں۔ مثال کے لیے نظم ”تیری آنکھوں کا میرے خوابوں سے کیا رشتہ ہے؟“ ملاحظہ ہو:

اپنی انگوری جلد سے باہر  
چوکڑی بھرتے شاداب بدن!  
کسی مہرباں رُت میں  
میری خشک سالی پر پاؤں رکھ  
کہ تیری ایڑی میں  
یٹھے پانی کا چشمہ بہتا ہے  
جس کے کنارے میری پیاس اُگتی ہے  
میری دنیا سے  
بے آواز قدموں سے گزرنے والی  
میرے جسم کا سویا شہر  
تیرے پاؤں کی چاپ سے جا گتا ہے!

(عمر روائی سے پرے، ص: ۳۱)

ڈاکٹر جواز جعفری اس دنیا میں رہتے ہوئے تبادل دنیا کا خواب دیکھتے ہیں۔ علامتی طور وہ خوش آواز لڑکی سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں تیری آواز کے سہارے زندگی گزاری جا سکتی ہے۔ وہ بہتر مستقبل کی امید کرتے ہوئے جینے کی آرزو کرتے ہیں اسی نوع کی نظم ”میں اور تیری آواز“ دیکھیے:

”اُنگلیوں پر گئے جانے والے چند ایک لوگوں میں سے ایک نام جواز  
جعفری کا ہے جنہوں نے نظم کے خالی پن کے الیے کو زخم دل کا انداز  
بنانے کی بجائے بصیرت انگیز نکتہ افروزی سے رانچ تصورات سے صرف  
نظر کرتے ہوئے لفظ کی کثیر المعمویت پر زور دیا یوں نظم کوئی درجہ  
بندیوں میں تقسیم کرنے کے بعد اس کے مستقبل کے حوالے سے عدم  
اطمینان کا اظہار کرنے والوں کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ وہی نظم جو شدید  
تفقید کا شکار تھی اُسی کی طرف توجہ مرکوز کیے بغیر چارہ نہ رہا۔“

ڈاکٹر جواز جعفری کی نظموں سے نئے مضامین اور نئی بحث جنم لیتی ہے۔ انہوں نے  
انسان کے ثابت اور منفی روئیوں کو بنیاد بنا کر انفرادیت سے اجتماعیت کی طرف سفر کرتے ہوئے  
نظمیں کہی ہیں۔ اسی بناء پر بہت جلد ان کی نشری نظم کو قبولیت حاصل ہو گئی ہے۔ عام قاری بھی ان  
کی فطری تشكیل کی داد دیتا ہے۔ نظم ”کاش“ کا یہ کہکشانہ یہ:

اگر میری ماں

اپنے لیے شوہر منتخب کرنے کا اختیار رکھتی  
تو مجھے ایک اچھا باپ دے سکتی تھی  
ایک ایسا باپ کہ محض باپ ہونا ہی  
جس کی واحد خصوصیت نہ ہوتی!

ہمارے معاشرے کا المیہ یہ ہے کہ یہاں پسند کی شادی کو بڑا مناسب نام دیا جاتا  
ہے۔ خصوصاً عورت کی رائے کا احترام نہیں کیا جاتا۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے سماجی روئیوں اور  
بندشوں کو بڑے نئے اور ثابت انداز میں پیش کیا ہے۔ ”کاش“ نئے تناظر میں کہی گئی طرز کی  
منفرد نظم ہے۔ انہوں نے نئے موضوع کا اختیاب کر کے یہ نظم لکھی ہے۔ انہوں نے الجھے ہوئے  
اور ادھورے چھوٹے ہوئے موضوعات کو نئے انداز میں بیان کر کے نظم کے خالی پن کو بھر دیا  
ہے۔ نظم ”زندگی مجھے دورا ہے پر لے آئی“ دیکھیے:

زندگی بالآخر

مجھے ایک ایسے دورا ہے پر لے آئی

تیری آواز میں  
سمیجانی کا اثر ہے  
شہر کے سور سے گھبرا کر  
میں تیری آواز کی طرف پلتا ہوں  
جباں میری نیند  
تیری چوکھت سے لگی کھڑی ہے  
تیرا الجھ

پہاڑوں سے پھوٹنے والے دریاؤں کے ساتھ ہوتا ہے  
اور ہوا کو چلنے کا ہنس سکھاتا ہے  
خوش آواز لڑکی!

تیری آواز دلوں میں بس جانے کا ہنجرانی ہے  
تیری آواز کے سہارے  
زندگی گزاری جاسکتی ہے!

(عمر رواں سے پرے، ص: ۳۶)

ڈاکٹر جواز جعفری نے نظم کو اظہار ذات کا ذریعہ بنا کر تخلیقی عمل کی دل آویزی،  
مشابہے اور اعتقاد کا رچاؤ دیا ہے۔ انہوں نے دیگر ترقی پسند شعر کی طرح محض مشروط  
موضوعات پر قلم نہیں اٹھایا بلکہ نئے اور معاصر تناظر میں نظمیں کہی ہیں۔ انہوں نے نظم کوئی  
اصطلاحیں، نیا لحن، نیا آہنگ۔ نئی ڈکشن، نئی ٹرینٹ، نیا سلوب اور نیا انداز فکر دان کیا ہے۔  
وہ روایتی جگود اور ست روی کا شکار ہوئے بغیر نئے راستے کی تلاش کرتے ہوئے متبادل دنیا کا  
خواب دیکھتے ہیں۔ اس لیے وہ پہلے سے کہی ہوئی باتوں کو دہرانے سے حتی الاماکن گریز کرتے  
ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری کا کریڈٹ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے اسلوب اور زبان کی بے با کی  
سے مشرق اور مغرب کی نظم کے بنیادی فرق کو ختم کر دیا ہے۔ مغرب کی طرح ان کی نظم ایک  
گہرے تخلیقی تناؤ میں متشکل ہوئی ہے۔ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے سید اذلان شاہ رقم  
طراز ہیں:

جباں ایک طرف تم تھے  
اور دوسری طرف میری آبرو  
میں اپنی آبرو پر پاؤں رکھتا ہوا  
تم تک آپنچا!  
تمھیں ملنے کے بعد

میں نے خود کو ایک ایسے موڑ پر کھڑا پایا  
جباں ایک طرف شہرت تھی  
اور دوسری طرف رسوائی  
میں نے اپنے حصے کی رسوائی کو اپنی ہتھیلی پر رکھا اور چہرے پر مل لیا  
میں نے تمہارے علاوہ اس شہر سے محبت کی  
جس کی گلیوں نے تمہارے بعد

مجھے جینے کا ہنر سکھایا  
تم سے بچھڑ کر میں تنہا ہوا  
اس شہر سے جدا ہو کر  
میں مر جاؤں گا!

(عمر رواں سے پرے، ص ۸۷)

ڈاکٹر جواز جعفری نے اپنی نظموں میں آنسوؤں کا آنکھوں کی پچھلی جانب گرنا، شاخ و وجود پر بہار، اپنے اندر ڈنڈ منڈھ بونا، آنکھوں کا مشرق، طلوع ہوتا شفاف بدن، نارساٹی کی تھکن، مرنے کی ریہر سل، چپ کی درانی، رواجوں کے زندان اور جنوری کے پیڑ کی طرح جیسے الفاظ سے مصرع سازی کر کے ریغین و دلکشی پیدا کی ہے۔ انھوں نے اپنے ارد گرد کے آشوب کو نئے انداز میں نظموں کی ساخت میں مقلد کیا ہے۔ ان کا مصرع سازی کا اسلوب اپنے عصر کے کسی شاعر سے نہیں ملتا۔ ان کے اسلوب میں ایک عجیب ساطلسماں ہے جس میں لطف تو اٹھایا جا سکتا ہے لیکن اس کی تقلید ممکن نہیں۔ بہت سے شاعروں نے ان کے اسلوب میں نظمیں کہی ہیں مگر ان کی نظمیں چربہ سازی کے اچھے نمونے بھی نہیں بن پائیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری کی نظم کو نئے سیاق میں

دیکھیں تو متن کی زیر یہ ساخت میں بہت سے اساطیری اور ثقافتی کلامیے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کی متعدد نظمیں مخصوص عصری حالات کا بیانیہ معلوم ہوتی ہیں۔ جواز جعفری نے سماجی شعور کو ایک علاحدہ سیاق میں پیش کیا ہے۔ وہ اپنی فکر کو منظوم کرنے کے لیے نیا تاثرا اختیار کرتے ہیں۔ نظم ”میں زمین کا مرثیہ لکھ رہا ہوں“ دیکھیے:

کالے شہر کا سورج  
مُجھ چکا  
میں شہر بے چراغ کی گلیوں میں  
دیے باٹھنے پر مامور ہوں  
لوگ  
تاریکی سے نجاح کرنا سیکھ رہے ہیں!

میرے حصے کا پانی  
ہتھیالیا گیا  
میرے دریاؤں کے آثار  
مست رہے ہیں  
میری فصلوں کی عمر  
کم ہونے لگی ہے  
میرے حصے کے پرندے  
میرے پیڑوں سے رخصت ہو گئے!

(وصل سے خالی دن، ص: ۵۹)

ڈاکٹر جواز جعفری نے اس قدر منفرد اسلوب اختیار کیا ہے کہ وہ انتہائی غیر رواینی شاعر کے طور پر سامنے آئے ہیں۔ ان کی نظموں میں شعور کی رو، معاصر حالات، مکالمہ۔ کائناتی شعور، سائنسی انداز فکر، فلیش بیک، انسان کے جذباتی آرکائیو کے علاوہ اساطیری علامات و استعارات کی فراوانی ملتی ہے۔ وہ متن میں ناماؤں اور نئی لفظیات کا انتخاب کر کے انسان اور معاشرے کی

بات کرتے ہیں۔ وہ سماج کی عکاسی باطنی اظہار میں کرتے ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری کی ایک نظریہ یا سیاسی نظریہ کے حامل نہیں لیکن ظلم و بربریت کے خلاف ان کا نظریہ اور انداز ترقی پسندوں والا ہے۔ وہ ترقی پسند ضرور ہیں مگر یہ ترقی پسندی علی سردار جعفری کے بجائے فیض والی ہے۔ ان کی ترقی پسندی میں کٹھر پن نہیں۔ علوم و فنون کے لیے انہوں نے اپنے بازو پھیلائے ہیں۔ وہ کسی ایک نظریہ سے وابستہ ہونے کے بجائے ہر روشنی کی طرف پکلتے ہیں۔ وہ ہر باغ کی سیر کرتے ہیں اور ہر چشمے سے سیراب ہونے کے تمنائی ہیں۔ اس کشادہ دلی اور وسعتِ فکری نے ان کی نظم کو عجائب خانہ بنایا ہے۔ انہوں نے واردات قلبی اور محبت کی ستم آفرینیوں کو نئے انداز میں پیش کیا ہے:

جس گھڑی

میں نے تم سے ہاتھ چڑھایا

مجھے تمہارے سہارے کی اشد ضرورت تھی

جس وقت میں کہہ رہا تھا

”مجھے تمہاری ضرورت نہیں“

کاش تم ان لفظوں کے پیچھے پیچھے

درد کو محسوس کر سکتیں

جس گھڑی

میں نے تجھے بے وفائی کا طعنہ دیا

مجھے تمہاری وفاداری پر مکمل یقین تھا

جس لمحے

میرے ہونٹوں کے کونوں پر مسکراہٹ تھی

کاش تم میری آنکھوں کی پچھلی جانب گرتے

آنسوؤں کو دیکھ سکتیں!

(عمرِ رواں سے پرے، ص: ۸۸)

اس نظم میں جواز جعفری اپنی قلبی کیفیات کا اظہار محبت بھرے پیغام کی صورت میں

کرتے ہیں۔ ان کی آنکھوں میں محبت اور امن کی راکھ اڑ رہی ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری کی ایک نئے تناظر کی نظم ”میری آنکھوں میں انتظار کی راکھ اڑ رہی ہے“، دیکھیے:

محبت	
برف سے آبشار بندی	
اور آبشار سے دریا	
پھر بارش بن کر	
ہر طرف پھیل گئی	
میرے دل پر	
اندر کی طرف ایک زخم ہے	
جو سال بھر کسی آتشِ نشان کی طرح پکtar ہتا ہے	
اور ساون کی پکلی بارش کے ساتھ	
پھٹ پڑتا ہے	
بارش	
میرے سارے بندہ بہا کر لے جاتی ہے	
میری آنکھوں کے مشرق پر	
وہ شفاف بدن طلوع ہوتا ہے!	

(عمرِ رواں سے پرے، ص: ۹۷)

ڈاکٹر جواز جعفری کی نئے تناظر کی دیگر اہم نظموں میں ”اس چہرے کے خدوخال مٹ رہے ہیں“، ”تیری نقلِ مکانی کے بعد“، ”میں اس خسارے کے لیے تیار نہ تھا“، ”وہ اداس شام میرے رو برو ہے“، ”اے ہاؤ اسے کہنا“، ”ریزہ ریزہ خوابوں کی گٹھڑی“، ”تعلق کی آگ“، اور ”اے میرا درود نظر نہیں آتا“ شامل ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے اپنی نظموں میں جمالیاتی پہلو نہایت وضع داری سے بیان کیا ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے معاصر ادبی رجحان کے مدد مخالف اپنی راہیں تلاش نہیں کی ہے اور مر بوط فکر سے نظمیں تخلیق کی ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری کی نئے تناظر کی نظموں کے بارے میں عبدالرشید رائے زنی کرتے ہیں:

"جواز جعفری نے عام جذباتی تحریر بے کو گہرائی بخشی ہے۔ اس کو پھیلایا ہے اور ایسے چند روزانی اخذ کیے ہیں جو ان سے ہی مخصوص ہیں۔ دوسروں کے مقابل ان میں تنوع ہے، نادر تمثیلیں ہیں اور ایسی گفتگو اور قرأت جو مسحور کرتی ہے۔ نثری نظم نے ان کے تحریر بے میں وسعت پیدا کی ہے اور وہ تاریخ، دیومالا اور روایت کو بر ملا اور اختصار کے ساتھ بروئے کار لاتے ہیں۔ وہ آج کی ہر نمایاں سوچ کے ساتھ پیوست ہیں۔ ان کے موضوعات آزادی اور مزاجت، صورت حال کا جاندار تجزیہ اور عمل، ہمارے اخلاقی اور سوشل نظام کی جڑوں کی جتو اور ادھیر اور ایسی بے خوفی اور اظہار میں violence جو ان کو اپنے عہد کے دوسرے شاعروں سے علاحدہ کر دیتی ہے۔"

ڈاکٹر جواز جعفری کا نیا لحن انھیں معاصر نظم نگاروں سے الگ کرتا ہے اور دوسرانی روایتی تخلیقی بہاؤ ان کا بنیادی حوالہ ہے۔ ان کی نظمیں علمی اور استعاراتی انداز میں آمیز ہو کر اپنا ادراک کرتی ہیں۔ انھوں نے گہرے سماجی اور فکری شعور سے نئے سیاق و تناظر میں نظمیں تخلیق کی ہیں۔ انھوں نے قاری پر فکر و فون کے نئے دروازے کیے ہیں اور اپنی لفظیات، نئے محاوروں، ایمجیز کوئی نوع اور تازہ کاری سے مرضع کیا ہے۔

ڈاکٹر جواز جعفری کی نظمیں قتنی اور فکری اعتبار سے تخلیقی وفور کی حامل ہیں۔ وہ ڈھلنے والے اسلوب کے بجائے نئے لحن میں مصرع سازی کرتے ہیں۔ جس تخلیقی وفور سے جواز جعفری نے نظم گوئی کی ہے ایسا وفور ان کے معاصرین میں دور در تک دکھائی نہیں دیتا۔ انھوں نے جو شعریات وضع کی ہیں وہ خالص نئے تناظر کی حامل ہیں۔ ان سے پیشتر جدید اردو نظم روایت سے براہ راست اثر قبول کرتی ہے۔ جواز جعفری اپنے مزاج اور طرزِ اظہار کے اعتبار سے نثری نظم کی ایک نئی آواز ہیں۔ ان کی نظمیں جمالیاتی، تخلیقاتی، فکری اور ثقافتی سطوح پر نئے سیاق و تناظر میں صورت پذیر ہوئی ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری مابعد جدید عہد میں پروان چڑھتی ہوئی اقدار کو نئے تناظر میں بیان کرتے ہیں۔

ڈاکٹر جواز جعفری نئی نظم کے شعرا میں انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ انھوں نے ترقی

پسندوں، حلقوں ارباب ذوق اور لسانی تشكیلات کے غلغلوے کے بعد موضوعات، تکنیک اور اسلوبیات کے تحریر بے اپنے لحن میں سموجے ہیں۔ انھوں نے معاصرین کی طرح سامنہ اور اسی کی دہائی کی اسیрی اختیار کرنے کے بجائے معاصر نظم کی شعريات از سر نو تشكیل کی ہیں۔ ان کی نثری نظمیں حسی اور ادرار کی ہر دو سطوح پر نئے لحن اور قالب میں ڈھلن کر اپنے وجود کا احساس دلاتی ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری کی نظموں کی شعريات کے بعد نظم جدید کو آزاد اور نثری کے زمروں میں باٹھنا غیر فطری محسوس ہو رہا ہے۔ انھوں نے نثری نظم کو اس تخلیقی منطقے میں استوار کیا ہے جو بہیت سے زیادہ مواد، اسلوب اور شعريت کو اہمیت دیتا ہے۔ انھوں نے اپنے عہد سے قبل کی نثری نظم سے استفادہ کرنے کے بجائے اپنے لیے نئے راستے تلاش کیے ہیں اور نظم کو ایک ایسی تخلیقی بنندی تک لے آئے ہیں جہاں سے وہ ایک نئی اڑان بھرنے کے لیے تیار نظر آتی ہے۔

شعری مجموعہ ”موت کا ہاتھ کلائی پر ہے“، اردو زبان میں جنگ اور امن کے حوالے سے پہلا شعری مجموعہ ہے۔ جب کہ حال ہی میں ان کی جنگ مخالف نظموں کا دوسرا مجموعہ ”متداول دنیا کا خواب“، بھی منظر عام پر آگیا ہے۔ جواز جعفری نے ان مجموعوں میں شامل نظموں میں جنگ کی تباہ کاریوں پر روایتی انداز میں لکھنے کے بجائے جنگ کے خلاف لکھا ہے۔ انھیں جنگی آلات اور اس قدر بڑھتی ہوئی جنگی سرگرمیوں کے نتیجے میں زمین پر زندگی کا مستقبل انہی تاریک دھکائی دیتا ہے۔ جواز جعفری کی نظمیں حقیقت پسندانہ تر جماعتی کر رہی ہیں۔ آج کے انسان کا المیہ یہ ہے کہ یہاں لوگ دنیا میں سیر کرنے کے لیے نکلتے ہیں تو ان کے طیارے ان گواہ کر لیے جاتے ہیں۔ ایسے دور میں جواز جعفری امن اور انصاف کی بات کرتے ہیں۔ تقلیٰ اور فاختہ ان کی شاعری کا بنیادی استعارہ ہے جو دراصل امن اور محبت کی علامت ہے۔ انھوں نے فاختہ اور تقلیٰ کے الفاظ استعمال کر کے جنگ اور جنگی عزم کی مذمت کی ہے۔ جواز جعفری اؤلین شاعر ہیں جنھوں نے اپنی نظموں میں روایت شنی کرتے ہوئے جنگ کے مخالف آواز بلند کی ہے اور امن کا پیغام عام کیا ہے۔

ڈاکٹر جواز جعفری کا نظریہ جنگ کی مخالفت اور متداول دنیا کا خواب موجودہ شاعروں میں کسی کے یہاں نظر نہیں آتا۔ وہ زندگی سے بے پناہ محبت کرتے ہیں اور انسان کی فطری موت کے حق پر اصرار کرتے ہیں۔ انسان دوستی، دشمن کے لیے محبت اور دشمن کی تحفیز سے گریز ان کی شاعری کا بنیادی موضوع ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری سے پہلے کی اردو نظم کی طرح میں اس طرح کا نظریہ نظر نہیں آتا، ان سے ما قبل کے نظم رکاروں نے نظم کی فطرت کو مغربیت کے قریب ہی رہنے دیا جب کی جواز جعفری کی شاعری میں مقامی تہذیب کے رنگ اس قدر آمیز ہیں کہ قاری کو شاعر اور شاعری کے وطن کا علم بھی ہوتا ہے۔

بیسویں صدی کی آٹھویں دہائی میں منظر عام پر آنے والے اس نظم نگارنے اپنے جذبات و احساسات کی تجھیم نے تناظر میں کی ہے۔ انھوں نے نظم نگاری کی روایت کو اپنی نئی فکر سے وسعت دی ہے اور اپنے امیجز کی فراوانی سے نظم کے کیوس پر اپنی داخلی کیفیات سے نئے اسلوب کے لیے راہ ہموار کی ہے۔ ان کی نظمیں گھرے دکھ اور جذبے کی ریاضت اور غیر معمولی ہنروری کے بعد وجود میں آئی ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے جنگ کو موضوع بنانے کا

کے

## ڈاکٹر جواز جعفری کا شعری انفراد و اختصاص

ڈاکٹر جواز جعفری وہ ممتاز عربی شاعر ہیں جنھوں نے نظم کو معبر اور مستحکم بہیت کا درجہ دلایا ہے۔ ان کا شماران معاصر نشری نظم رکاروں میں ہوتا ہے جنھوں نے اس صنف کو معیار و اعتبار حاصل کیا ہے۔ ان کی نظمیں جدید طرزِ اظہار، منفرد اسلوب سے عصری حسیت کی صورت پذیری کر رہی ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری کی صورت میں نظم کو وہ شاعر میسر آ گیا ہے جس نے نظم کی شعریات کو ایک نئے اندازو اسلوب میں پیش کیا ہے۔ ان کی نظم کی انفرادی تخلیقی اپنی اور فکری گیرائی کی وجہ سے آپ انھیں کسی بھی بڑے عالمی شاعر کے موازنے سے پرکھ سکتے ہیں۔ ابتدائی دور سے اب تک متعدد شعراء نے اپنی اپنی بساط کے مطابق نظم کو فروغ دیا ہے لیکن جواز جعفری نے انتہائی انہاک کے ساتھ اس صنف کو شعری اظہار کا وسیلہ بنایا ہے۔ ان کی نظم کے اضافے کے بعد وثوق سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اب نظم کی روایت روزافزوں ترقی پذیر ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری کی نظمیں جدید اردو (نشری) نظم کی روایت میں ایک لاثانی روایت کا آغاز اور اضافہ ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ نظموں کی تخلیق میں ہمہ وقت مصروف رہے ہیں۔ ان کی نظمیں پرست در پرست پہلی ہوئے متوں، منفرد لفظی و معنوی کیفیات، انفرادی و اجتماعی زندگی کی تصویر کشی کرتی ہیں۔

معاصر نشری نظم رکاروں میں ڈاکٹر جواز جعفری کا انفراد و اختصاص یہ ہے کہ انھوں نے روایتی پہلو تراشی مسٹر دکھ اور جذبے کی نظمیں جنگ مخالف نظریہ پیش کیا ہے۔ ان کا

کے خلاف اپنا احتیاج اس انداز میں پیش کیا ہے کہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ انھوں نے اردو نظم کو نئے لمحے، نئی ٹریننگ اور نئے ڈکشن سے آشنا کر دیا ہے۔ ان کی شاعری رزمیہ موضوعات کو سمیتے ہوئے حقیقت سے خوابوں کی طرف سفر کرتی ہے۔ ان کی نظمیں تہذیبوں کی مرگ کا نوحہ، ایسیٰ عزائم اور انسانیت کش اعمال پر عمل لگتی ہیں۔

معاصر عالمی اور اردو نظم دیکھیں تو ڈاکٹر جواز جعفری اس حوالے سے منفرد نظر آتے ہیں کہ انھوں نے جنگ مخالف نظموں کی باقاعدہ روایت قائم کی ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری کی غیر عروضی نظموں میں انسان دوستی اور محبت خوشبو بن کر پھیلتی ہے۔ انھوں نے اپنی تازہ نظمیں پورے خلوص اور دیانت سے کہی ہیں، انھوں نے شہیدوں کے لیے نوحہ گری کے بجائے اچھے موسوموں کی تلاش کی ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے نظم کے موضوعات کو وسعت اور اسلامیہ توعی دے کر نئے عہد کا آغاز کیا ہے۔ انھوں نے موضوعاتی اسالیب کی آمیزش اتنی چاک بک دستی سے کی ہے کہ غیر عروضی نظم کو ایک بلند پایہ شاعر نصیب ہو گیا ہے۔

معاصر اردو نظم نے ائمطہوں پر اپنے پیش رونظم نگاروں سے اثرات قبول کیے اس لیے یہ کہنا کہ فلاں شاعر اپنے شعری مزاج کے اعتبار سے نئی آواز کا درجہ رکھتا ہے چونکا دینے والی بات ہے لیکن جواز جعفری نے جو شعریات وضع کی ہیں اس کی کوئی دوسری مثال ابھی تک منصہ شہود پر نہیں آئی۔ ان کی نظمیں انفرادی تجھیقی اپنے کی حامل ہیں۔ ان کے وضع کردہ ایمپرس معاصر نظم نگاروں کی نسبت زیادہ وقار اور اعتبار کے حامل ہیں۔ یہ دعویٰ کرنا مناسب ہے کہ ڈاکٹر جواز جعفری معاصر نظم نگاروں کے اثرات قبول کرنے کے بجائے اپنی وضع کردہ نئی شعریات سے معاصرین کو متاثر کر رہے ہیں۔ انھوں نے معاصر آشوب کی صورت گری کرتے ہوئے بھی جمالياتی پہلو کو نظر انداز نہیں کیا۔ ان کی نظم کا منظر نامہ ایک ملال انگیز واقعیت سے ترتیب دیا گیا ہے۔ انھوں نے نئی نظم کو نئے انداز میں مشکل کیا ہے۔

ڈاکٹر جواز جعفری کی جنگ مخالف نظم نگاری کے بارے میں یہ کہنا بے جا نہیں کہ یہ نظمیں اپنی ماہیت میں اس لیے بھی نئی ہیں کہ ان میں روایتی رزمیہ انداز نہیں ملتے۔ ان کی نظمیں بیک وقت عالمی طاقتلوں کی چیرہ دستیوں کے خلاف مزاحمت بھی ہیں اور ایک رومان پرور امن کی جگتو بھی ان میں نظر آتی ہے۔ ان میں جینے کے حق پر غیر مشروط اصرار پایا جاتا ہے۔ ڈاکٹر

جو از جعفری نئی اردو نظم کے واحد شاعر ہیں جو پچھلی دو دہائیوں سے روایتی اور غیر روایتی، ایسیٰ اور جو ہری ہتھیاروں، ریاستی اور غیر ریاستی فوجوں کی جنگی ذہنیت کے خلاف آواز بلند کر رہے ہیں۔ عالمی تناظر میں کبی گئی ڈاکٹر جواز جعفری کی نئی اردو نظم فکری و اسلوبیاتی انفراد و اخلاقیں کی حامل ہے۔

ڈاکٹر جواز جعفری کی نظموں کا فکری و اسلوبیاتی توعی اخھیں معاصر نظم نگاروں میں الگ کرتا ہے۔ ان کی نظمیں وسیع اور نئے فکری سیاق کی حامل ہیں۔ اسلوبیاتی حوالے سے انھوں نے جو پیروی اپنے اظہار اپنایا ہے اس سے نئی نظم کی ہستی اور آہنگ بھی الگ ہی نظر آتا ہے۔ ان کا فکری دائرہ صرف جنگ مخالف اور سماجی مسائل تک محدود نہیں ہے بل کہ انھوں نے ماضی کی بازیافت بھی کی ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری کی نظموں کا فکری کیوں اتنا وسیع ہے کہ ماضی سے حال تک کا سفر طے کرتا ہے۔ تاریخ سے ان کی واپسی بھی دیدنی ہے۔ اساطیر کی نئی دریافت اور سائنسی شعور بھی ان کی نظموں کا خاص حوالہ بتتا ہے۔ جواز جعفری کی وسیع فکر میں ایک پہلو و مانی افکار و آثار کا بھی نکلتا ہے۔ ان کے نظمیہ مجموعوں ”عمر دواں سے پرے“ اور ”وصل سے خالی دن“ کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ جواز جعفری کی نظمیں عصری، اساطیری، تاریخی اور سائنسی تناظر کے ساتھ ساتھ جذبات و احساسات کی دنیا کی عکاسی بھی کرتی ہیں۔

ڈاکٹر جواز جعفری نے اپنی فطری رومانیت کو اپنی فکر کے دباؤ سے ختم نہیں ہونے دیا بل کہ اپنے خیالی حسن و جمال کو حقیقی دنیا میں استعمال کیا ہے۔ انھوں نے عصری مسائل اور ترقی پسند نظریات کو اپنی شاعری پر حاوی نہیں ہونے دیا، احساس پر شعور اور غم جانان پر غم دوران کو فوقيت دیتے ہوئے بھی اعتدال برپتا ہے۔ جواز جعفری کے رومانی جذبوں نے ہی انھیں ہر دل عزیز اور اعتدال پسند نظم نگار بنایا ہے۔ انھوں نے خارجی عوامل کے اثرات کے باوجود بھی انسانی فطری جذبات اور قلبی وارداتیں شاعری کا محور کی ہیں۔ جواز جعفری کا انفراد یہ ہے کہ انھوں نے روایتی ناراضی و مایوسی، محبوب کی بے وفائی کا گلہ، اس کے غم و غصہ، اس کی آنکھوں میں شفق کی سُرخیوں اور آتش ریزنظر و کلشی بیان نہیں کی۔ انھوں نے اپنے پر شکوہ اور دل آفرین رومانی انداز سے ترقی پسند اور نظریاتی شاعری کو ”نعرہ“ نہیں بننے دیا۔

ڈاکٹر جواز جعفری کی محبتیں زمانے سے مختلف ہیں، ان کی محبت صرف عورت تک

مخدوں بیس، وہ اپنے وطن میں رہنے والے مظلوم اور پسے ہوئے طبقے سے محبت کرتے ہیں۔ ان کے سینے میں وطن کے پرندوں، پیڑوں، فصلوں، دریاؤں، پہاڑوں اور پوری انسانیت کا درد بھرا ہوا ہے، وہ عالمی شہری (International citizen) ہیں۔ محبت ان کی شاعری کا استعارہ اور آفتاب پیغام ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے اچھوتے موضوعات تک رسائی حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں کہ ان کی غیر عرضی نظم بڑی نظم کہلانے کی حق دار ہو گئی ہے۔ ان کی اساطیری پس منظر میں کہی گئی نظموں میں جو نسوانی کردار سامنے آتا ہے وہ ایک مثالی عورت ہے جو حسن کا مرقع ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری کی متنوع شاعری قاری کو فوراً متوجہ کرتی ہے، وہ انسان دوست اور محب وطن شاعر ہیں۔ انہوں نے انسانیت کے ازلی وابدی احساسات کی عکاسی نہایت عمدگی سے کی ہے۔ ان کی نظموں کی شعریات عالمی معیار کی ہے لیکن مناظر اور زبان و بیان مقامی تہذیب کے آئینہ دار ہیں۔

محبت اور عورت جواز جعفری کی شاعری کا ایک خاص استعارہ ہے۔ وہ ان دونوں کو بنیاد بنا کر تبادل دنیا کا خواب دیکھتے ہیں جو نہایت پر امن اور حسین ہے۔ اختر شیر انی بھی تبادل دنیا کا خواب دیکھتے ہیں لیکن ان کی یہ خیالی دنیا تسلکیں قلب اور ذہنی آسودگی سے آگے نہیں جاتی جب کہ جواز جعفری کا انفراد یہ ہے کہ وہ اس پس منظر میں انسانی الیے کو بیان کرتے ہیں۔ وہ دوست دشمن، اپنے، پرانے، ملکی، غیر ملکی، مسلم اور غیر مسلم سب میں انسانیت دیکھنے کے تمنائی ہیں۔ وہ انسانیت کے قائل اور دشمن کو بھی دوست سمجھتے ہیں۔ انہوں نے اپنے رومانی تصورات سے شاعری کو لطف اور سرشاری کے تاثر سے گزار کر اپنے نظریے کی ترویج کی ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے غیر رومانی لمحے کو عملی طور پر شاعری کا حصہ بنا کر معاصر نظم نگاروں (خاص طور پر غیر عرضی نظم نگاروں) میں ممتاز اور معتبر مقام حاصل کر لیا ہے۔ انہوں نے رومانی انداز سے شعوری طور پر انحراف کر کے نئے موضوعات اور نیا لحن دریافت کیا ہے۔

ڈاکٹر جواز جعفری نثری نظم کے غیر رومانی شاعر ہیں۔ انہوں نے ما قبل نثری نظم نگاروں سے قدرے مختلف اسلوب اور موضوعات کا انتخاب کیا ہے۔ اس دنیا سے بیزار اور اکتا کر جس طرح انہوں نے تبادل دنیا کا خواب دیکھا ہے اسی طرح وہ نئی نظم بھی نئے تناظر میں چاہتے ہیں۔ انہوں نے اپنی معنوں کی گئی نظموں میں اشاروں کتابیوں میں نظم نگاروں کو راستہ دکھا

دیا ہے کہ معاصر نظم اب اس طرح کے اسلوبیات اور موضوعات کا تقاضا کرتی ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے اپنی انسانی نظموں میں جذباتی انداز میں معاصرین کو خراج تحسین پیش کرنے اور ان کی عظمت کا اعتراف زمانے سے کروانے کے بجائے قارئین کو اپنی نظم نئے اسلوب اور موضوع کے ساتھ پیش کی ہے۔ وہ معاصرین کی دوستی اور محبت کو یاد کرتے ہیں لیکن جذباتی طور پر اسے متن کا حصہ نہیں بننے دیتے۔ ڈاکٹر جواز جعفری کا انفراد یہ ہے کہ وہ رومانی شعر کی طرح ماہ جمالوں، ہلالوں، شوالوں اور صبح ناپید کے اجالوں میں اپنے عزیز، دوست اور معاصرین کو زندہ نہیں کرتے اور نہیں اپنی شخصیت اور شاعری کو اس میں گم ہونے دیتے ہیں۔

ڈاکٹر جواز جعفری نے اپنی اساطیری نوعیت کی نظموں میں گذشتہ دس سے پندرہ ہزار سالہ تاریخ میں سفر کیا ہے۔ انہوں نے اساطیری نظموں کے ذریعے ماضی کی زندگی کی تفہیم کی ہے۔ انہوں نے اپنے تاریخی شعور سے انسان کی تہذیبی سرگرمیوں کو ایکائی کی صورت میں پیش کیا ہے۔ انہوں نے انسانی زندگی کو مجموعی تناظر میں دیکھا ہے کہ آج کا انسان پھر کے دور سے کتنا آگے بڑھا ہے۔ انہوں نے اپنی شاعری میں قدیم لوگوں کے عقائد، رہن سہن، الہیات، طرز حکمرانی، رسوم و رواج، معاشری ذرائع اور انسانی روؤیوں کو بیان کیا ہے۔ جواز جعفری معاصر نثری نظم کے واحد شاعر ہیں جنہوں نے اس لحن میں کلام کیا ہے۔ ان کی اساطیری نظمهیں مخفی ماضی نگاری نہیں، انہوں نے اس عہدِ قدیم کے طرزِ احساس کو نئے انداز میں قاری تک پہنچانے کی کام یاب سعی کی ہے۔ انہوں نے قدیم تہذیبوں کی نوحہ گری کرنے کے بجائے ان کا رزمیہ کہنے کو ترجیح دی ہے اور ان تہذیبوں کے زوال پر اشک بہانے کے بجائے ان کے کمال پر نظر رکھی ہے۔ جواز جعفری کی اساطیری نظموں کا مجموعی ماحول شجاعتہ اور رزمیہ دکھائی دیتا ہے۔ انہوں نے اپنی شاعری میں قدیم دور کے انسان کی بلند ہمتی اور تلاش و جستجو کی کیفیات کو بیان کیا ہے۔ انہوں نے قدیم انسان کے ذہنی و فکری منطقوں کو سامنے لاتے ہوئے اس کی پسماندگی اور غیر قائم یافتہ زندگی کو قطعی نظر انداز کر دیا ہے۔

ڈاکٹر جواز جعفری نے اپنی اساطیری نظموں میں دور حاضر کو ماضی کے تناظر میں دیکھنے اور سمجھنے کی آرزو کی ہے۔ انہوں نے ماضی اور حال کی تہذیبوں کے مقابل سے تہذیبی اکائی تشكیل دینے کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔ یہ سب انہوں نے شاعری میں منفرد مضامیں

لانے کے لیے کیا ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے اپنی اساطیری نظموں کا ماحول خود تخلیق کیا ہے۔ ان کی متحیله نے دیوتاؤں کے معبد، ان کی آرائش، دیوی، دیوتاؤں کی زیارت گاہیں، قربان گاہیں (جہاں انسانوں کو قربان کیا جاتا تھا) دیوتاؤں کے ملبوسات کے کمرے، مقدس پانی کی جھیلیں اور تالاب، بڑے بڑے ہال اور ان کے سینکڑوں ستون، نذرانے اور بھینٹ کا سامان، مذہبی پیشواؤں کی رہائش گاہیں، چراغوں سے بھری گلیاں، دیوتاؤں اور دیویوں کے ماتمی جلوں، نوحہ خوانی، زنجیرزنی، بادشاہوں، بادشاہوں کے دربان، کہانت گاہوں میں ادا کی جانے والی رسیں، میداں جنگ کے مناظر اور سویمیریوں کی جنت (دلمون) کی خوب صورتی کے مناظر کو تراشنا ہے۔

ڈاکٹر جواز جعفری کی اساطیری نظموں عالمی جغرافیہ اور تہذیبوں کی عکاسی کرتی ہیں۔ انھوں نے مختلف قوموں اور ان کے عقائد کو ایک ساتھ بیان کر دیا ہے۔ ان کی ایک نظم میں مختلف اساطیر دریافت ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے اپنی اساطیری نظموں میں ہندوستان کے علاوہ عراق، ایران، مصر، ہندوستان، انگلستان، ناروے، روم، کارپیچ، کنعان اور یونان کی قدیم تہذیبوں کو پیش کیا ہے۔ عراقی قدیم تہذیب میں سویمیر، لگاش، دجلہ، فرات، بابل، عدن، مینارہ بابل، مردوک، عشتار، ایروک، اُر، ایرج اور دلمون کو منن کا حصہ بنا کر ڈاکٹر جواز جعفری نے عراقی قدیم تہذیب کو زندہ کیا ہے۔ اور قاری کے سامنے ہزاروں سال پر انا اعہد لا کر کھدیا ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے ایرانی، کنعانی اور امریکی اساطیری پس منظر میں بھی کچھ نظموں تخلیق کی ہیں۔ ان سے قبل اساطیری نظموں لکھنے والے نظم نگاروں نے اپنے متحیلہ کو زیادہ تر ہندوستانی یا مشرقی اساطیر اور دیومالائی عقیدوں کے پس منظر تک ہی محدود رکھا ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری کی نئی اساطیری نظموں کا انفراد و اختصار یہ ہے کہ ایک ہی نظم کے منن میں بیک وقت متعدد عالمی قدیم اساطیری کہانیوں، دیومالائی عقیدوں اور تہذیبوں کو پیش کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر جواز جعفری نے اردو نظم کو موضوعاتی پھیلاؤ دیتے ہوئے سائنسی شعور پر مشتمل نظموں تخلیق کی ہیں۔ ان کی نظموں میں ماضی کو مسترد کرنے کے بجائے اسے سمجھنے کی ایک کوشش نظر آتی ہے۔ ان کے یہاں وقت کا تصور، خدا کے بارے میں تصورات، زندگی اور کائنات کے حوالے سے اہم ترین سوالوں پر غور و فکر ملتا ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری کی شاعری میں کائنات کا

آغاز، ستاروں کی پیدائش، کہکشاووں کی تشكیل، زمین کی پیدائش، زمین پر ماحولیاتی تبدیلیاں، سمندروں کی تشكیل، پہاڑوں کا نمودار ہونا، زندگی کا آغاز و ارتقا اور موت کی کارفرمایاں جیسے پہلوؤں پر غور و فکر کیا گیا ہے۔

کائناتی اساطیر کو تخلیق کرتے ہوئے ڈاکٹر جواز جعفری نے کائنات کو سائنسی زاویوں سے سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ انھوں نے کائنات کی تخلیق سے لے کر آج تک کے ان پندرہ ارب سالوں کی تاریخ کو اپنی نظم میں منظوم کرنے کا آغاز کیا ہے۔ کائنات اپنے آغاز سے لے کر کن کن مرحلوں سے گزری ہے اس حوالے سے انھوں نے سائنس سے مدد لی ہے۔ کائنات کا ظہور کب اور کیسے ہوا اور اس کے ارتقائی عمل میں کیا کیا تبدیلیاں ہوئیں۔ انھوں نے کائنات کو اس کی تمام تر رنگینوں کے باوجود فانی قرار دیا ہے۔ انھوں نے کائنات کے ابتدائی خود خال کے بارے میں دریافت کرنے کے لیے اپنا سائنسی شعور استعمال کیا ہے اور سائنسی علوم سے استفادہ کیا ہے۔ کائناتی شعور سے متعلق نظموں بھی اساطیری نوعیت کی ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے اساطیری نظموں عقائد کے پس منظر میں کائنات کی تفہیم کا فریضہ انجام دیتی ہیں جب کہ کائناتی شعور کی نظموں خالصتاً سائنسی شعور کے حوالے سے کائنات اور زندگی کے ارتقا کو سمجھنے کا جتن کرتی ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری کی کائناتی شعور کی حامل نظموں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا طرز تحریر نیا اور وژن منفرد ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے سائنسی شعور کو شاعری کا حصہ بنا کر ایک نیا تجربہ کیا ہے۔ ان کا یہ انداز معاصر نظم نگاروں سے قطعی مختلف اور غیر روایتی ہے۔ سائنسی اور کائناتی شعور کو آمیز کر کے انھوں نے نظم کا کیوس مزید وسیع کر دیا ہے۔ انھوں نے متحیله کے کمال سے کائنات کی تاریخ کو نظموں میں منظوم کیا ہے۔ انھوں نے فطری تبدیلیوں کے پس منظر میں نثری نظم کو نئے تجربے سے آشنا کیا ہے۔ کائناتی شعور جیسی روایت ساز نظموں کا ماحول، انداز اور شعری سلیقہ اردو نظم کی روایت سے مختلف ہے۔

ڈاکٹر جواز جعفری کی نظم کا اسلوب اس لیے نیا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں جنگ مخالف، امن پسندی، محبت، انسان دوستی، کائناتی شعور، فطرت شناسی، اساطیری زاویے اور سماجی شعور ایک ساتھ تخلیقی عمل کا حصہ بنتے ہیں۔ انھوں نے عالمی شاعری کا مطالعہ کر کے نئی نظم کا معیار مقرر کیا ہے۔ ان کی نظم نگاری میں موضوع، خیال، تمثیل، علامت، تشبیہ اور استعارے کی سطحیں

پرتا زہ کاری کا ایک سلسلہ نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری کی نظم جدید اردو نظم کی روایت سے میکر مختلف ہے۔ انھوں نے اس قدر نئے شعری تجربات سے نظم کو آشنا کیا ہے کہ وہ ایک روایت اور رجحان ساز غیر عرضی نظم نگار کے روپ میں سامنے آئے ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری کی نظموں سے نئے مضامین اور نئی بحث جنم لیتی ہے۔ انھوں نے انسان کے ثابت اور منقی روؤیوں کو بنیاد بنا کر افرادیت سے اجتماعیت کی طرف سفر کرتے ہوئے نظموں کی ہیں۔

ڈاکٹر جواز جعفری نے اس قدر منفرد اسلوب اختیار کیا ہے کہ انتہائی غیر روایتی شاعر کے طور پر سامنے آئے ہیں۔ ان کی نظموں میں شعور کی رو، معاصر حالات، مکالمہ اور اساطیری علامات واستعارات کی مثالیں ملتی ہیں۔ وہ متن میں ناماؤں اور نئی لفظیات کا انتخاب کر کے انسان اور معاشرے کی بات کرتے ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے معاصر ادبی رجحان کے مدد مخالف اپنی راہیں تلاش کی سعی کی ہے اور مریوط فکر سے نظموں تخلیق کی ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری کی نظموں فی اور فکری اعتبار سے تخلیقی وفور کی حامل ہیں۔ وہ ڈھلنے اسلوب کے بجائے نئے لحن میں مصرع سازی کرتے ہیں۔ انھوں نے جوشیریات وضع کی ہے وہ خالص نئے تناظر کی حامل ہیں۔ ان سے پیشتر جدید اردو نظم روایت سے براہ راست اثر قبول کرتی ہے۔ جواز جعفری اپنے مزاج اور طرز اظہار کے اعتبار سے نئی نظم کی ایک نئی آواز ہیں۔ ان کی نظموں جمالیاتی، تخیلاتی، فکری اور ثقافتی سطوح پر نئے سیاق و تناظر میں صورت پذیر ہوئی ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری ما بعد جدید عہد میں پروان چڑھتی ہوئی اقدار کو نئے تناظر میں بیان کرتے ہیں۔

ڈاکٹر جواز جعفری نئی نظم کے شعر میں انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ انھوں نے ترقی پسندوں، حلقوں اربابِ ذوق اور لسانی تشكیلات کے غلغلوں کے بعد موضوعات، تکنیک اور اسلوبیات کے تجربے اپنے لحن میں سمونے ہیں۔ انھوں نے معاصرین کی طرح سائھہ اور اسی کی دہائی کی اسیری اختیار کرنے کے بجائے معاصر نظم کی شعريات از سر نو تشكیل کی ہیں۔ ان کی نئی نظموں حسی اور ادراکی ہردو سطوح پر نئے لحن اور قلب میں ڈھلن کر اپنے وجود کا احساس دلاتی ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری کی نظموں کی شعريات کے بعد نظم جدید کو آزاد اور نئی کے زمروں میں باٹھنا غیر فطری محسوس ہو رہا ہے۔ انھوں نے نئی نظم کو اس تخلیقی منطقے سے استوار کیا ہے جو ہمیت

سے زیادہ مواد، اسلوب اور شعريت کو اہمیت دیتا ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے اُردو نظم کو عالم گیر زاویہ عطا کر دیا ہے۔ ان کی نظم کا جمالیاتی پہلو مقامی اور عالمی اقدار کا آئینہ دار ہے۔

ڈاکٹر جواز جعفری اردو نئی نظم میں ایک تحریک کی صورت اختیار کرتے نظر آتے ہیں۔ انھوں نے نئی نظم کی دم توڑتی روایت کو از سر نو زندگی عطا کی ہے۔ ان کا انفراد و اخلاق اس یہ ہے کہ انھوں نے نئو معاصر نئی نظم کی روایت کو مکمل کیا ہے اور نہ ہی کسی نظم نگار سے متاثر نظر آتے ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری صاحب اسلوب نظم نگار ہیں انھوں نے پیوودہ راستے سے انحراف کر کے نئی نئی نظم کا آغاز کیا ہے جو کہ ایک تو ان روایت بنتی نظر آ رہی ہے۔ ان سے متاثر ہو کر ان کے معاصر شعرا نے غزل سے رخ موڑ کر نئی بیت میں نظم نگاری شروع کر دی ہے۔ ڈاکٹر جواز جعفری نے عرصہ دراز سے نظر انداز کی جا رہی اس بیت کو اس قدر شرف قبولیت اور پذیرائی دلاتی ہے کہ ان کے معاصرین نے نہ صرف آزاد بیت کو چھوڑ کر نئی بیت اپنالی ہے بل کہ ان کی طویل نئی نظمیں بھی سامنے آنے لگی ہیں۔ یوں جواز جعفری کی نظم ایک ایسا مست نما بن گئی ہے کہ اُردو نظم آنے والے زمانوں میں جو بھی رنگ و روپ اور راستہ اختیار کرے گی ان کی نظم اس شاعری کی تخلیقی قیادت کا فریضہ سر انجام دے گی۔

- ۱۸ عذر اعباس، میں لائینس کھیچتی رہی، جدید کلاسیک پبلشرز، کراچی ۱۹۹۶ء
- ۱۹ عذر اعباس، حیرت کے اُس پار، شہزاد، کراچی ۲۰۰۶ء
- ۲۰ عذر اعباس، نیند کی مسافتیں، کلاسیک پبلشرز، کراچی ۱۹۹۸ء
- ۲۱ عذر اعباس، میز پر کھے ہاتھ، کلاسیک پبلشرز، کراچی، س۔ن۔
- ۲۲ کشور ناہید، دشت قیس میں لیلی (کلیات)، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۱ء
- ۲۳ مبارک احمد، کلیات مبارک احمد، مبارک پبلشرز، لاہور، ۱۹۹۹ء
- ۲۴ نسرین انجمن بھٹی، بن باس، پلس کمیونی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۳ء
- ۲۵ ڈاکٹر جواز جعفری کے شعری مجموعے
- ۲۶ ڈاکٹر جواز جعفری، میرا دل فاختہ دا آہلنا اے (جگ تے امن بارے نظاماں)، فکشن ہاؤس، لاہور، ۷۰۱۷ء
- ۲۷ ڈاکٹر جواز جعفری، متبادل دنیا کا خواب (جگ مختلف نظمیں) فکشن ہاؤس، ۲۰۱۸ء
- ۲۸ ڈاکٹر جواز جعفری، موت کا ہاتھ کلائی پر ہے (جگ اور امن کی نظمیں)، فکشن ہاؤس لاہور، ۲۰۰۵ء
- ۲۹ ڈاکٹر جواز جعفری، عمرِ رواں سے پرے، فکشن ہاؤس لاہور، ۲۰۱۳ء
- ڈاکٹر جواز جعفری، وصل سے خالی دن، فکشن ہاؤس لاہور، ۲۰۱۸ء

□ □ □

## زیرِ مطالعہ کتب

- ۱۔ افتخار جالب، یہی ہے میرا جن، القادر پریس، کراچی ۲۰۰۵ء
- ۲۔ افضل احمد سید، مٹی کی کان (کلیات)، آج کی کتابیں، کراچی ۲۰۰۹ء
- ۳۔ انیس ناگی، بیگانگی کی نظمیں (کلیات)، جمالیات، لاہور، ۲۰۰۰ء
- ۴۔ ثروت حسین، آدھے سیارے پر، تو سین، لاہور، ۷۱۹۸ء
- ۵۔ ثروت حسین، خاکداں، دوست پبلی کیشنز، اسلام آباد، ۱۹۹۸ء
- ۶۔ ذی شان ساحل، ای میل اور دوسری نظمیں، آج کی کتابیں، کراچی، ۲۰۰۳ء
- ۷۔ ذی شان ساحل، کراچی اور دوسری نظمیں، آج کی کتابیں، ۱۹۹۵ء
- ۸۔ سارا شگفتہ، آنکھیں، فکشن ہاؤس، لاہور، ۷۱۹۹ء
- ۹۔ عبدالرشید، انی کنت من الناطقین، سانجھ پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۱ء، بار اول ۳۷۱۹ء
- ۱۰۔ عبدالرشید، اپنے لیے دوستوں کے لیے نظمیں، سانجھ پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۱ء، بار اول ۳۷۱۹ء
- ۱۱۔ عبدالرشید، پھٹا ہوا بابا، تو سین لاہور، ۷۱۹۸ء
- ۱۲۔ عبدالرشید، بناک میں اجنی، مٹی میڈیا فیئریز، لاہور، ۲۰۰۵ء
- ۱۳۔ عبدالرشید، انور ادیب کے لیے نظمیں، مٹی میڈیا فیئریز، لاہور، ۲۰۰۲ء
- ۱۴۔ عبدالرشید، سمع آہ جا کے لیے نظمیں، سانجھ پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۳ء
- ۱۵۔ عبدالرشید، جس کا موسم ٹھہر گیا ہے، سانجھ پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۲ء
- ۱۶۔ عبدالرشید، چار پرندے، سانجھ پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۸ء
- ۱۷۔ عبدالرشید، بیرس میں سال کا آخری دن اور دوسری نظمیں، سانجھ پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۹ء